

V100125.

10-12-29.

Title - CHAND DAKHINI PAHELIAAN

Creator - Methyl. Naion us Rehman.

Publisher - Hindustani Academy (Allahabad) ~~(Lahore)~~.

Date - 1936

Pages - 134

Subjects - Dakini' Aelab.

چند د کہنی پھیلیاں

چند د کهنی پېیلیاں

از

مکمل نعيم الرحمن ایم۔ اے۔

استاد عربی و فارسی ، الہ آباد یونیورسٹی

۱۹۳۶ء

الہ آباد

هندستانی ایکادیمی ، صوبجات متحدہ

۱۹۳۶ء

Published by
THE HINDUSTANI ACADEMY, U. P.,
ALLAHABAD.



FIRST EDITION :

27-10-8

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U100125

Printed by
S. GHULAM ASGHER, AT THE CITY PRESS,
ALLAHABAD.

مضامین

۱	مقدمہ
۲۵	پہلی فصل : قرآن
۲۶	دوسری فصل : جان ، جینا اور مرنا ، عقل
۲۸	تیسری فصل : انسان ، اس کے اعضاء اور متعلقات
۳۲	چوتھی فصل : گھر ، گھر کا سامان ، برتن وغیرہ
۴۵	پانچویں فصل : کھانے پینے کی چیزیں ، مسالے اور متعلقات
۶۱	چھٹی فصل : حیوانات اور ان کے متعلقات
۷۸	ساتویں فصل : نباتات ، ترکاریاں ، پھل پھول وغیرہ
۱۰۳	آٹھویں فصل : لباس ، سنگار ، زیور
۱۰۹	نویں فصل : ہتھیار ، اوزار ، آلات ، سواری ، نقدی
۱۱۸	دسویں فصل : کھیل کود ، تفریح
۱۲۱	گیارہویں فصل : آسمان و زمین ، اجرام فلکی ، سال و مہینہ

۱	فرہنگ
۱۵	اشارہ

مقدمہ

دکھئی، یعنی جنوبی، دکھن (سلسلہ دکن، جنوب) سے صفت نسبتی ہے۔ شمالی ہندوستان میں عموماً ”دکھن“ براعظم ہند کے اُس حصے کے لیے استعمال ہوتا ہے جو طبیعی لحاظ سے ایک جزیرہ نما ہے، اور نقشے میں ایک معکوس مثلث کی شکل میں دو نما ہوتا ہے۔ اس کا ایک زاویہ راس کماری، ملک ہند کی جنوبی انتہا، ہے۔ اس کا قاعدہ شمال میں ہندھیا چل پہار کے سلسلے، مغرب میں نربدا اور تاپتی کی، اور مشرقی سمت میں مہا ندی اور گوداوری کی وادیوں اور ان کے نشیب سے مل کر پیدا ہوتا ہے؛ اور اس کے دو ضلعے مشرقی گھات اور مغربی گھات ہیں۔ اہل پرتگال سلطنت بیجا پور کو ”دکھن“ کہتے تھے۔ بعد میں، انگریزوں کے محاورے میں اس کا اطلاق اس مرتفع علاقے پر ہونے لگا، جو نربدا اور کرشنا دریاؤں کے درمیان واقع ہے اور جس میں حیدرآباد (دکن) بھی شامل ہے [۱]۔

فرض یہ کہ ”دکھئی“ سے مراد ”جنوبی ہند کی زبان“ ہے؛ گو اس ملک کے باشندوں کو بھی دکھئی کہا جا سکتا ہے، اور کہا جاتا ہے۔ لیکن اس مقام پر اس کی کچھ تشریح کر دینا مناسب، بلکہ ضروری، معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ متخص زبان یا بولی کے معنی میں بھی اس کے مختلف مفہوم ہیں۔ مثلاً، چھوٹا ناگپور کے لوگ اُڑیا زبان کو

دکھنی کہتے ہیں؛ صوبجات متحدہ کے باشندے (بالخصوص پورب کی طرف) صوبہ متوسط کے متحاورے کو دکھنی سے تعبیر کرتے ہیں؛ جنوب مغربی پنجاب میں چیمپوری بولی کو دکھنی یا دکھندی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؛ گجرات میں مرہٹی زبان کو دکھنی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس اصطلاح کا اطلاق نہ صرف حیدرآباد دکن کی اکثر آبادی کی، بلکہ جنوبی ہند کے (یعنی درازدی قوم کا وطن) جس میں کل احاطہ مدراس کے علاوہ میسور، ترانکور اور کوچین کی ریاستیں اور کرگ کی کشتری بھی شامل ہے) اکثر مسلمانوں کی اُس زبان پر بھی ہوتا ہے، جو اُردو (یا بقول گریوسن کے ”ہندوستانی“) زبان ہی کی ایک بولی ہے۔ اور یہی آخری ”دکھنی“ شخص کو وہ بولی کہ جو احاطہ مدراس اور میسور وغیرہ میں مستعمل ہے—وہ دکھنی ہے جس سے اس وقت مجھے بحث ہے، اور جس کی چند پہیلیاں ناظرین کے سامنے پیش کرنا میرا مقصد ہے۔ یہ بولی دکھنی (تین تلفظ کے ساتھ) [۱] اور دکنی کے نام سے موسوم ہے۔ بہر حال ان سب تلفظوں یا ناموں سے مراد ایک ہی بولی ہے، اور یہ بولی آج بھی جنوبی ہند کے ایک نہایت وسیع رقبہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

دکھنی اپنی عام اور وسیع کیفیت کے لحاظ سے اردو سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ البتہ تفصیلی کیفیات میں اردو کے متحاورے اور صرف و نحو کے قواعد میں وہ ضرور اُس سے مختلف ہے؛ اور یہی سبب ہے کہ اُسے محض ایک بولی کی حیثیت دی جاتی ہے، زبان نہیں سمجھا جاتا۔ مگر گریوسن اسے اردو زبان کی ایک ”مسلمہ صورت“ تسلیم کر کے

[۱]—یعنی کہ کے سکون، یا تشدید اور زیر، یا محض زیر کے ساتھ؛ حرث دال پر

ہر صورت میں زیر ہی بولا جاتا ہے۔

” دیکھتے ” اور ” ہندی ” کی طرح اُس کا ایک وجود تسلیم کرتا ہے ۔
 حقیقت یہ ہے کہ اگر اُن تمام ادبیات کو دیکھا جائے ، جو نثر اور شعر میں
 مختلف مضامین پر دکھنی میں پیدا ہو چکی ہیں — عام اُس سے کہ
 وہ کیسی ہی ہوں اور مقابلتاً کیسی ہی کم ہوں — تو گریسرین کے اس
 قول کو تسلیم کرنا پڑتا ہے ، اور اسے بھی نہ بھولنا چاہیے کہ گریسرین خود
 اردو کو بھی ” ہندوستانی ” کی ایک صورت قرار دیتا ہے ، اور وہ صورت
 پتانا ہے ” جو فارسی خط (یعنی تستعلیق) میں لکھی جاتی ہے ،
 اور جس کے الفاظ کے ذخیرے میں فارسی (اور عربی) الفاظ بکثرت
 پائے جاتے ہوں [۱] ” ۔ بالکل یہی کیفیت دکھنی کی بھی ہے کہ اُس
 میں بھی فارسی اور عربی کے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں ، گو یہ صحیح
 ہے کہ اردو کے مقابلے میں اُن کی تعداد کم ہے ۔ دکھنی اور اردو میں
 فارسی (اور عربی) الفاظ کی اس کمی اور کثرت کا سبب دریافت کر
 لینا کچھ مشکل امر نہیں ہے ؛ کہوں کہ یہ صاف ظاہر ہے کہ شمالی
 ہندوستان میں اردو کو فارسی سے جس قدر زیادہ اور قریب کا ساہتہ رہا
 ہے ، اُنہی دکھنی کو جنوب میں نہیں رہا ۔ یہی سبب ہے کہ ہستنا
 اردو کے دکھنی میں ہندوستانی ، یعنی ملکی ، زبان کا جزو زیادہ شامل
 ہے اور فارسی (اور عربی) کا جزو نسبتاً کم ہے ۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر تفصیل کے
 ساتھ یہ بتا دیا جائے کہ بعد کے صفحوں میں دکھنی زبان سے
 کیا مراد ہے ، اور اُس کی نوعیت اور خصوصیات کیا ہیں ۔ دکھنی
 زبان مدراس دکن کے (یعنی مدراس کا احاطہ ، مع تروانکور ، میسور
 اور کوچین کی ریاستوں ، کرگ کی کمشنری اور مالابار کے) اُن

مسلمانوں (اور مرہٹہ قوم کے چند غیر برہمن لوگوں) کی بولی ہے ' جو اپنے آپ کو دوسری مسلمان قوموں (مثلاً لیے [۱] ، واڈر ، مرکایر ، چولیا اور ماپلا [۲] سے ممتاز کر کے " دکھلی " کہتے ہیں ۔ یہاں اس کی تفصیلی بحث کا موقع نہیں ہے ، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ " دکھلی " قوم شمالی ہند کے اُن باشندوں اور مرہٹہ قوم کے اُن افراد کی اولاد ہیں جو وقتاً فوقتاً شمالی فوجوں میں اور اُن کے ساتھ اس جنوبی علاقے میں پہنچے اور وہیں آباد ہو گئے ۔ اس کے مختصر سے ثبوت کے لیے غالباً یہ کافی ہوگا کہ ایک طرف تو پٹھان اور ترک قوم کے بہت سے خاندان اب بھی وہاں موجود ہیں ، دوسرے یہ کہ " دکھلی " میں ایسے بہت سے الفاظ اور محاورے آج تک بولے جارہے ہیں ، جو یا تو خالص مرہٹی زبان کے ہیں یا اُس سے ماخوذ ہیں ۔ پھر حال یہ ظاہر ہے کہ اس قوم کے معزز آبا و اجداد اپنے ہمراہ شمالی ہند کے اُلو اور آداب کے ساتھ ، زبان بھی لے گئے تھے ، اور یہ بہت بڑا سبب اس امر کا ہے کہ " دکھلی " لوگوں کی مادری زبان وہی " ہندوستانی " زبان ہے ۔ لیکن یہ کیوں کر ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے گرد و پیش کی دراوڑی اقوام اور اُن کی زبان کے اثر سے بالکل محفوظ رہنے ۔ ہر وقت کے تعلقات کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ ان تمام " دکھلی " خاندانوں نے جہاں جہاں اور جس جس دراوڑی قوم کے ساتھ ہون و رہش اختیار کی ، اُن کی بولی اور اُن کے محاورے اور لب و لہجہ نے بھی

[۱] —بکہ اس سے بہتر اور زیادہ صحیح تلفظ لوے ہے ۔

[۲] —جو انگریزی محاورے میں (پگڑ کر) مویلا ہو گیا ہے ۔ ماپلا قوم کی زبان ملیالم (یعنی مالا بڑی) ہے ، جس میں عربی کے الفاظ بکثرت شامل ہیں ، کیوں کہ باپ کی نسبت سے یہ قوم عربی اصل سے ہے ۔ ان کے علاوہ اور غیر دیہی مسلمانوں ، جن کا یہاں نکر ہوا ہے ، شامل (اصل میں تہڑ) پڑتے ہیں ، جو ان کی مادری زبان ہے ۔

اُسی قوم کی زبان کے اثر کو قبول کر لیا۔ چنانچہ مدارس دکن کے تمام علاقے میں مختلف مقامات پر ”دکھنی“ بولی شامل، تلوگو، ملیالم اور کلتی زبانوں کے ہمدوش رہ کر اُن کے رنگ میں رنگ گئی ہے، اور دکھنی بولنے والے بالکل اپنی خاص ملکی درازائی زبان کے لہجے میں گفتگو کرتے ہیں۔ مگر دکھنی کی خاص شان ہر مقام پر جوں کی توں باقی ہے، اور ہر مقام کا ”دکھنی“ ایک دوسرے کی گفتگو اور محاورے کو خوبی اور آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔ اُن چاروں درازائی زبانوں میں شامل اور تلوگو کا اثر زیادہ نمایاں ہے، کلتی کا اُن سے کم، اور ملیالم کا قریب قریب برائے نام۔ یہ اثر خصوصیت کے ساتھ اس رنگ میں جلوہ گر نظر آتا ہے کہ ایسے ”دکھنی“ الفاظ اور محاوروں کی ایک خاصی طویل فہرست اس قسم کی تیار کی جا سکتی ہے، جن کو بالکل درازائی (مثلاً شامل یا تلوگو) الفاظ اور محاوروں کا ”اردو“ ترجمہ کہنا چاہیے۔ اُن ملکی زبانوں کے بعد جس زبان کا اثر دکھنی نے قبول کیا ہے وہ انگریزی ہے۔ اس میں وہ ہندوستان کی اور تمام زبانوں اور بولیوں کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔ بلکہ یہ ایک ہیرو انگریز امر ہے کہ انگریزی زبان اور محاورے کا اثر جس قدر زیادہ خود شامل اور تلوگو پر پڑا ہے، اُس سے دکھنی بڑی حد تک محفوظ ہے، حالانکہ یہ بھی اسی صوبے (مدارس) کی ایک زبان ہے جسے، بہ نسبت ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے، انگریز قوم اور اُس کی زبان سے زیادہ طویل تعلق اور سروکار رہا ہے!

یہ تو دکھنی کی خصوصیات کی عام کیفیت ہے۔ صرف و نحو کے قواعد کے اعتبار سے دکھنی زبان گو اردو سے پورے طور پر متفق اور متحد نہیں ہے، لیکن بڑی حد تک اُس سے مشابہ ہے۔ اُس موقع پر بعض

ضروری اختلافات کا بیان نہ صرف دل چسپی کے لحاظ سے ، بلکہ اس خیال سے بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کو سمجھ لیتے سے پریلیمن کے سمجھنے اور ان کی خوبیوں کی داد دینے میں بہت کچھ مدد ملے گی . سر چارچ گریرسن نے اپنی معرکہ آلا کتاب ” لنگواسٹک سرورے آف انڈیا “ (جلد ۹) میں دکھنی زبان اور اُس کی خصوصیات سے بہت اچھی اور مفید بحث کی ہے . لیکن اس تمام بحث کے مطالعے میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ گریرسن نے دکھنی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ، اُس کا ہر ہر حرف لازمی طور پر مدراسی دکھنی کے لیے درست نہیں ہے اور نہ اُس پر پوری طرح اس کا اطلاق ہوتا ہے . لہذا یہ ضروری ہے کہ مدراسی دکھنی اور دوسری دکھنی بولیوں میں نہایت احتیاط سے تمیز کی جائے .

اردو اور دکھنی میں اسموں کی جمع بنانے کے قاعدے میں بڑا فرق یہ ہے کہ دکھنی میں ہر اسم کی جمع بنانے کے لیے (عام اس سے کہ وہ اسم کسی اور زبان سے آکر دکھنی میں شامل ہو گیا ہو ، عام اس سے کہ وہ اسم مذکر ہو یا مؤنث) اُس کے آخر میں ” ان “ (الف اور نون فٹہ) لگا دیتے ہیں ؛ حالانکہ اردو میں مذکر اور مؤنث اسموں کی جمع مختلف صورتوں سے آتی ہے . اردو کی جمع حروف جار کے عمل سے اپنی صورت بدل دیتی ہے ، مگر دکھنی میں ایک ہی صورت قائم رہتی ہے . علاوہ اس کے اردو میں اسم ، جمع کی صورت میں بھی ، اپنی جنس (یعنی تذکر یا تانیث کی صفت) کو قائم رکھتا ہے ، مگر دکھنی میں ہر اسم ، عام اس سے کہ وہ واحد صورت میں مذکر ہو یا مؤنث ، جمع کی صورت میں آکر مذکر ہو جاتا ہے : [۱] مثلاً ” عورتیں گئیں “

[۱] —یہ ایک دل چسپ امر ہے کہ عربی زبان میں ، اس کے بالکل برعکس ، یہ قاعدہ ہے کہ ہر جمع جنس کے لحاظ سے مؤنث تصور ہوتی ہے (کل جمع مؤنث) .

کو دکھائی میں ”عورتاں گئے“ اور ”کتابیں رکھی تھیں“ کو ”کتاباں رکھے تھے“ کہا جائے گا۔ جمع کے اس قاعدے سے اعزازی جمع بھی مستثنیٰ نہیں ہے : ”والدہ صاحبہ آئے تھے“ اور ”بیگم صاحبہ گئے“ کہا جائے گا نہ کہ ”آئی تھیں“ یا ”گئیں“۔

ضمائر نفسی کے لیے جہاں اردو میں اپنا ، اپنے اور اپنی فاعل ، مخاطب اور متکلم تینوں صیغوں میں اُس کا اور اُن کا ، تیرا ، تمہارا ، میرا اور ہمارا کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ دکھائی میں اپنا ، اپنے اور اپنی بعض تمہارا ، تمہارے اور تمہاری (صحیح دکھائی ، تمہارا ، تمہارے ، تمہاری) کی جگہ استعمال ہوتے ہیں ، مثلاً : ”تمہیں اپنا کام دیکھو“ (تم اپنا کام کرو) ”اپنی بات نہاری“ (تمہاری بات اور ہے) اور ”اپنے گاؤں میں کتے گھراں“ (تمہارے گاؤں میں کتے گھر ہیں؟)۔ لیکن اُن سب فقروں میں اپنا ، اپنے اور اپنی کی جگہ ”تمہارا ، تمہارے اور تمہاری“ کہنا بھی بالکل صحیح ہوگا۔ باقی سب حالتوں میں بدستور ”اُس ، اُن (کا ، کے ، کی) ؛ تیرا ، تیرے ، تیری ؛ میرا ، میرے ، میری ؛ ہمارا ، ہمارے ، ہماری“ ہی استعمال ہوتا ہے۔

ایک اور بڑا اور واضح فرق اردو اور دکھائی میں علامت فاعلی (نے) کے استعمال میں نظر آتا ہے۔ دکھائی میں یہ علامت کسی فعل کے ساتھ استعمال نہیں ہوتی ، حالانکہ اردو میں سوا چند خاص افعال کے ہر متعدی فعل کے ساتھ اس کا استعمال ضروری ہے۔ قدیم اردو میں ”نے“ استعمال نہیں ہوتا تھا ؛ دکھائی نہایت وضع داری کے ساتھ اُس قدیم طرز عمل پر اب تک کار بند ہے۔ اُس میں شک نہیں کہ دکھائی کے شاعر اور نثر نگار کہیں کہیں ”نے“ استعمال کر جاتے ہیں ؛ لیکن یہ استعمال

پیارے تر (اردو کے لحاظ سے) بے محل اور بے جا ہوتا ہے ، مثلاً وہ یوں کہیں گے کہ ” اُس نے کہی “ (= اُس عورت نے کہا) یا ” لوتے نے لاؤ “ (= لاؤتا لاؤ) ! مثال کے طور پر نواب غلام غوث خان بہادر (متدرفی سنہ ۱۲۷۲ ہجری) المتخلص بہ ” اعظم “ نواب کرناٹک و مدراس کے اشعار ملاحظہ ہوں . [۱] یا تو وہ یوں فرماتے ہیں کہ :—

مشق میں یار کے دل اپنا لٹا کر دیکھا
خوب اس شمع کو میں نے بھی جلا کر دیکھا
اور یا اُسی غزل میں یوں بھی فرماتے ہیں کہ :—
سلسلہ برق کو پہنچا ہے دل سوزاں سے
دفتر داغ کے میں نے جو اُٹھا کر دیکھا
ایک قطرے کو مرے اشک کے پہنچا نہ کہی
تو نے اے ابر کئی سیل بہا کر دیکھا
ایک اور جگہ ہے کہ :—

کہا ادا احساں زباں اس تیر منزل کا کرے
مارے دم ہے دل نے جس کے عہد میں منصور کا
افسر اردنگ آبادی کا قول [۲] ہے کہ :—
یہ ہوش دیکھ یار نے افسر کو کہہ اُٹھا
اس ناتواں کے چہرے پہ چہرہ کو گلاب کو

اس ” نے “ کے نہ ہونے کا لازمی طور پر یہ نتیجہ ہوا کہ دکھنی فقرے میں فعل ، مدد اور جنس کے لحاظ سے ، ہمیشہ اپنے فاعل کی پیروی

[۱]—” دکن میں اردو “ از نصیر الدین ہاشمی ، صفحہ ۵۹ ، ۶۰ .

[۲]—ایضاً ، صفحہ ۱۰۸ .

کرتا ہے ، عام اس سے کہ مفعول عدد اور جنس کے اعتبار سے کچھ ہی ہو ، مثلاً : ” میں کتاب پڑھا (مرد) یا پڑھی (عورت) ” اور ” میں انار کھایا (مرد) یا کھائی (عورت) “ .

قدیم دکھنی کا [۱] ” ہر ” (اردو ، ہندی ” اور ”) آج کل بہت ہی کم استعمال ہوتا ہے . اس کی جگہ اب ” بھی ” [۲] بولا جاتا ہے ، جیسے : ” میں بھی تمہیں ” (میں اور تم) . اس ” بھی ” سے ایک اور کام یہ لیا جاتا ہے کہ اسے اسم عدد کے آخر میں بڑھا کر تاکید اور تخصیص کے معنی پیدا کرتے ہیں ، جیسے : دو بھی (دونوں) ، چار بھی (چاروں) اور آٹ بھی (آٹھوں) وغیرہ .

اسمائے اعداد میں دکھنی اس امر میں اردو سے ممتاز ہے کہ گو اس نے بیس تک کے عدد کے لیے وہی نام باقی رکھے ہیں جو اردو اور ہندی میں دانیچ ہیں ” مگر اس کے بعد سوا تیس ، چالیس ، پچاس ، ساٹھ..... سو کے ، باقی درمیانی عددوں کے لیے بیس پو ایک ، [۳] بیس پو دو ، بیس پو تین ، بیس پو چار..... بیس پو نو اور اسی طرح ہر ایک دہائی کے درمیان میں ” استعمال کرتے ہیں ؛ اور اس میں شک نہیں

[۱] — شاعر محبوبی : سنہ ۱۱۱۲ ہجری میں لکھتا ہے :

چٹا حد ہے سو خدا کوں چ ہے * ٹٹا ہر صف بھی اسی کوں چ ہے

زباں ہر قطر دروں مل بار ہو * چلے نہیں تماشے کو اک ٹٹا ہو

(نصیر الدین ہاشمی کی ” دکن میں اردو “ صفحہ ۵۲) . اس کے علاوہ اردو بہت

سی مثالیں دی جاسکتی ہیں .

[۲] — اس لفظ کا ٹھیکہ دکھنی تلفظ (اردو بہت سے ہائے مخلوط کے الفاظ کی طرح)

” بی ” ہے ، اور ” تو ” (راو مچھول) ” بھی ” کے ساتھ مل کر بجائے ” تو بھی ” کے مستحق ” بی ” کی متخف صورت اختیار کرتا ہے ، جیسے : ” کیا تبی کر لیو “ (جو کچھ چاہو کر لو) .

[۳] — زیادہ سنجیدہ اور فصیح طور پر اب بجائے پو کے پر استعمال ہوتا ہے .

کہ اس قدیم سادگی نے ان ہندسوں اور عددوں کے کہنے اور سننے والوں کے لیے جو آسانی بہم پہنچائی ہے وہ اردو اور ہندی کے ناموں میں ہرگز نہیں ہے ۔

لفظ ”ہیں“ کا دکھنی تلفظ ”ہیں“ (یہی معروف ہے) ہے ۔ یہ لفظ جب ماضی قریب اور ماضی معطوفہ کے جمع کے صیغوں میں آتا ہے تو اسی تلفظ سے آتا ہے ، جیسے : آئے ہیں ، آگو (یا آکر) ہیں ، وغیرہ ؛ لیکن فعل حال کے جمع کے صیغے میں اس کی گرجاتی ہے اور محض نون قائم اپنے قبل کی ماقبل آخر ”ت“ سے مل کر ادا ہوتا ہے ، اور ت پر زبر ہوا جاتا ہے ، جیسے جاتے ہیں (= جاتے ہیں) ، آتے ہیں (= آتے ہیں) ، وغیرہ ۔ اسی طرح ”ہے“ کی گرجا بھی (فعل حال میں) گرج جاتی ہے ، نتیجتاً یہ ہے کہ جانا ہے ، آتا ہے (وغیرہ) کا تلفظ کچھ اس طرح ادا ہوتا ہے کہ جس میں ت کی حرکت کو نہ تو محض زبر کہا جاسکتا ہے ، نہ الفسا ۔ تحریر میں اسے ناقص طور پر ” (جاتا ہے) اور آتے (آتا ہے) “ سے ادا کیا جاسکتا ہے ؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بغیر سلمے پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتا ۔ اس وقت ”ہیں“ کا ذکر ہو رہا تھا ۔ اس لفظ کے اس دکھنی تلفظ سے ہی ظاہر ہے کہ جس حالت میں یہ لفظ اکیلا ہی استعمال کیا جائے ، تو نہ صرف یہ کہ اس کا تلفظ نہایت ہی مشکل ہے ، کیوں کہ بولنے والے کو ی کے بعد صوف نون غنہ کا اظہار کرنا پڑتا ہے ، بلکہ سننے والے کو بھی پوری طرح فائدہ نہیں ہوتا ۔ نتیجتاً یہ ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر ”ہیں“ کی جگہ ”ہے“ کہنا پڑتا ہے ۔ یہ کیفیت ایک مثال سے بآسانی واضح ہوجائے گی : مثلاً ” صاحب گھر میں ہیں کیا ؟ “ (کیا صاحب گھر میں ہیں ؟) کے جواب میں اگر صرف ”ہیں“ کہنا مقصود ہو ، تو دکھنی میں ”ہیں“ کی جگہ ”ہے“ کہا جائے گا ۔ اس طرح

لفظ کے عہد اور سماعت کی تکلیف کی وجہ سے بجائے جمع کے واحد کا صیغہ استعمال کرنا پڑتا ہے ، مگر ایسے موقعے پر ”ہے“ کے معنی ”ہیں“ (جمع) کے ہی ہوتے ہیں ۔

بعض الفاظ یا مرکبات کو مخفف کر کے بولنا دنیا کی تمام زبانوں میں رائج ہے ۔ مدراس دکن کی زبانوں میں یہ خصوصیت جس کثرت اور شدت سے تامل زبان میں پائی جاتی ہے اُس کی باقی تین بہنوں میں کم ہے ۔ جو لوگ تامل سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اُس زبان کے الفاظ کی تحریری اور تقریری صورت میں کتنا کچھ فرق پایا جاتا ہے ۔ دکھنی بھی اس خصوصیت سے مستثنیٰ نہیں ہے ۔ لیکن اُس کے تمام مخفف الفاظ میں سب سے زیادہ دل چسپ ، معنی خیز اور نہایت کثرت سے استعمال ہونے والے الفاظ کتا (= کہتا) ، کتے (= کہتے) ، کہتے ہیں (کتو (= کہے تو) اور ککو (= کر کو یعنی کر کے) ہیں ۔ ان سب میں اصل صورت میں ء اور و کی تخفیف ہوتی ہے ۔ اسی طرح جب لفظ کے آخر میں ٹی ہو اور اُس سے پہلے الف ہو تو وہ الف مخفف ہو کر محض زبر ، یا الف اور زبر کے بین بین ، کی صورت اختیار کر لیتا ہے ، جیسے : چڑٹی (= چڑٹی ، یعنی چڑھائی—فعل یا اسم) ، کڑٹی (= کڑٹی ، یعنی کڑھائی) وغیرہ ۔ اسی میں فعل حال کے الف اور ی کے اُس تلفظ کو بھی شامل کر لینا چاہیے جس کا ذکر ابھی اوپر کیا گیا ہے ۔

اُردو کا حرف تخصیص ”ہی“ دکھنی میں محض ایک ساکن چ کی صورت میں نظر آتا ہے ۔ یہ ساکن چ اسم ، ضمیر ، اسم عدد ، اور فعل کے آخر میں لگا دی جاتی ہے ، جیسا کہ ذیل کی مثالوں سے واضح ہوگا :—

(ا) — اسموں کی مثالیں : کافذ چ ، کھانا چ ، حسیلچ ، آدمیانچ

(= کافذ ہی ، کھانا ہی ، حسیل ہی ، آدمی (جمع) ہی) .

(ب) — ضمیریں یوں آتی ہیں : وچ (= وہ ہی ، فقیر جاندار کے

لئے) ، آنیلچ (وہ (انسان ، واحد مرد یا عورت) ہی) ،

آنونچ (وہ (انسان ، جمع مرد یا عورت) ہی) ، توچ

(تو ہی) ، تمیلچ (تم ہی) ، میلچ (میں ہی) ، ہمیلچ

(ہم ہی) .

(چ) — اسمائے اعداد کی مثالیں : ایکچ ، دوچ ، آتچ ، سوچ

(= ایک ہی ، دو ہی ، آتھ ہی ، سو ہی) وغیرہ .

(د) — افعال کی تخصیص کی مثالیں یہ ہیں : جانا چ نہیں

(جانا ہی نہیں) ، ماریاچ تھا (مارا ہی تھا) ، عموماً ان

ہی افعال کے ساتھ اس تخصیصی چ کا استعمال ہوتا ہے .

اسی طرح ” کا ، کے ، کی ، کو (واو معروف سے) ، میں ، سے ، تلک

(واضح ہو کہ دکھنی میں لفظ تلک اب بھی متروک نہیں ہے) ، پر

(جس کی دکھنی صورت ” پو “ ہے) ، والا “ کے آخر میں بھی یہ چ آتی

ہے . اسی طرح یاں اور واں (یہاں ، وہاں) کے آخر میں بھی آتی ہے .

م مرکب صورت میں یہ سب الفاظ ” کچ ، کوچ ، میلچ ، پوچ ، والچ ”

پیانچ “ (یعنی ہی کا ، ہی کو ، میں ہی ، ہی پر ، والا ہی ، یہیں)

وغیرہ ہو جاتے ہیں .

دکھنی زبان کی ایک اور نمایاں اور دلچسپ خصوصیت یہ ہے کہ

اس میں بہت سے الفاظ میں خفیف حرکت کو اشباعی صورت میں اور

اشباعی حرکت کو خفیف صورت میں بولا جاتا ہے ، مثلاً : عربی لفظ
حصیر دکھلی میں ” ہاسر “ اور عروس ” آرس اور آرز “ ہو گیا ؛ اور
انگریزی لفظ سلائس (slice) محض ” سلس “ رہ گیا ہے !

حروف ہجاء کے تلفظ کے لحاظ سے دکھلی اس امر میں اُردو سے
بالکل مشابہ ہے کہ اُس میں ث ‘ س اور ص بالکل س کی طرح ؛ ت
اور ط محض ت کی طرح ؛ ذ ‘ ز ‘ ض ‘ ظ سب کو ز کی طرح ؛ ع کو
همزة (یا الف [ا]) کی شکل میں ؛ اور ح کو ہ کی طرح ادا کیا جاتا ہے ۔
لیکن ق کے تلفظ میں یہ فرق ہے کہ (عربی کے اچھے عالموں کے سوا)
عموماً سب لوگ اُسے ح کی طرح ادا کرتے ہیں ۔ حروف کے ناموں میں
تمیز کرنے کے لیے انہوں نے یہ قابل تعریف طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ
ح کو ” ہ “ (ہ کے زیر سے) اور ۛ کو ” ھ “ (پائی مجہول سے)
کہتے ہیں ؛ اسی طرح خ کو ” خے “ اور ق کو ” خاف “ کہتے ہیں ۔

دکھلی زبان کے افعال میں سب سے زیادہ نساہاں حیثیت ماضی
مطلق کی ہے ، جس کے آخری الف سے پہلے ی کا آنا ضروری ہوتا ہے ،
مثلاً : کرتا سے کھیا اور کریا دونوں ہیں ؛ بولتا سے بولیا ، رکھتا سے رکھیا ،
کھولتا سے کھولیا ، ہنسنا سے ہسیا ، وغیرہ ماضی مطلق کی صورتیں
ہیں ۔ لیکن الف سے قبل کی اس ی کا تلفظ دکھلی اور پنجابی کے
لیے مخصوص ہے ۔ اس کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ نہ وہ صاف طور
پری معلوم ہوتی ہے ، نہ محض الف ؛ بلکہ کچھ اس طرح پر ہے کہ

[۱]—میں نے یہاں الف اہل اُردو کے مرعومہ مفہوم میں استعمال کیا ہے ، حالانکہ
حقیقت یہ ہے کہ خود عربی میں الف محض قصۃ (زیر) کی اشباعی کیفیت کا نام ہے ،
جس کے اظہار کے لیے اسے تحریر میں استعمال کیا جاتا ہے ۔ اس لحاظ سے الف حرف ہو گیا
ہے ، ورنہ وہ محض ایک حرکت ہے ۔

اُس ی سے قبل کے حرف کو ایک خاص انداز سے ہلکا سا جھٹکا دیا جاتا ہے ، جس سے ی کی ایک خفیف سی شان پیدا ہو جاتی ہے ، البتہ آہستگی یا توقف اور تامل کے سانہ بولتے ہوئے یہ ی کسی قدو نمایاں ہو جاتی ہے . شعر میں جب ماضی مطلق آتا ہے ، تب بھی اُس کا یہی معمولی تلفظ ہوتا ہے . بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس ی کے سبب سے مصرعے کی بھر میں فرق پڑ رہا ہے یا سکتے واقع ہو رہا ہے ؛ لیکن صحیح دکھنی تلفظ کہا جائے تو عموماً یہ کیفیت نہیں پیدا ہوتی . میں نے عموماً اُس لیے کہا کہ دکھنی شاعر عموماً اُس امر کی زیادہ پرواہ نہیں کرتا کہ اُس کا مصرعہ بھر کے لحاظ سے پورا اُترتا ہے یا نہیں . مصرعوں کا بڑا یا چھوٹا ہو جانا یا اُس میں سکتہ پڑنا ایسے امور ہیں جن کو دکھنی شعرا کے ہاں کچھ زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہے . گو یوں کہنا چاہیے کہ اُس لحاظ سے دکھنی شاعر عربی طرز کی پیروی کرتا ہے ، جہاں ایک ہی شعر کے دو مصرعوں کی بھروں میں خفیف سا زحافی فرق قابل اعتراض نہیں خیال کیا جاتا . اردو اور فارسی کا شاعر اُس تسامح کو نہایت تکلف سے برداشت کرتا ہے ؛ وہ دکھنی اور عربی شاعر سے زیادہ تلگ دل اور بکھل ہے . خیر ، یہ تو محض ایک جملہ معترضہ تھا ، حقیقت یہ ہے کہ الف سے قبل کی ی کا ایسا تلفظ ہر موقع پر اسی طرح ادا ہوتا ہے ، اور سنسکرت کی اسی قسم کی ی سے بہت کچھ مشابہت دکھتا ہے . مثال کے لیے دکھنی شاعر غواصی [۱] کے دو شعر پیش کرتا ہوں :

سدا کسب میرا سو اخلاص کر

ترے خاص بندیاں میں ملج خاص کر

(اس میں بندیاں جمع ہے بندہ کی ؛ اور ملج = مجھ) .

جو توفیق پاکر جو بر لیا تمام
مبارک گھڑی میں کیا میں تمام

آج کل کے دکھنی شاعر عموماً اس خالص دکھنی ماضی مطلق اور دکھنی جمعوں سے احتراز کرتے ہیں . بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اب انہوں نے اپنے خاص متعارف میں شعر کہنا ترک کر کے اردو کو اپنے اظہار خیال کے لیے اختیار کر لیا ہے . اور اس میں شک نہیں کہ اس سعی میں وہ بہت کچھ کامیاب ہو رہے ہیں . البتہ چھوٹے طبقے کے شاعر (یا متشاعر) عام مذاق کی جو چیزیں تصنیف کرتے ہیں ، وہ اب بھی دکھنی متعارف ہی میں ہوتی ہیں . مگر ایسی تصنیفات کم ہوتی ہیں .

یہ ہے مختصر تفصیل ان چند خصوصیات کی جو دکھنی میں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں . چون کہ اس مختصر تمہید میں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے ، اس لیے اسی پر اکتفا کرنا مناسب ہے ؛ ان پہیلیوں کے مطالعے سے دکھنی کے الفاظ اور معنی کی اور خصوصیات بھی واضح ہو جائیں گی . اس باب میں مجھے صرف ایک اور خصوصیت بیان کرنی ہے ، جس کے بغیر یہ اجمال بھی غیر مکمل رہ جائے گا ، اور وہ دکھنی کی گفتگو اور بول چال کے عام لہجے اور طرز ادا کے متعلق ہے .

دکھنی بول چال اور لہجے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک راگ کی سی کیفیت ہوتی ہے . یہی کیفیت اہل بہار کی گفتگو میں بھی ہے ، اور یہ نسبت دکھنی کے زیادہ لطیف ہے . جیسا کہ ہو

زبان کے لئے یہ عام قاعدہ ہے ، ' دکھنی ' بولنے والوں میں عورتوں کی زبان زیادہ صحیح ' لہجہ دار اور پر ترنم ہوتی ہے ۔ بعض بعض جگہ دکھنی لہجہ بہار کے لہجے سے مل جاتا ہے ، مگر عموماً اُس سے جدا ہے ۔ آواز کا یہ اتار چڑھاؤ ، گلے کا یہ استعمال کچھ دکھنیوں ہی کے لئے خاص ہے ۔ اس کا اظہار تحریر میں مشکل ہے ، یہ صرف سننے سے تعلق رکھتا ہے ۔ مختصر سی گفتگو میں تو اس کا امکان زیادہ نہیں ہے ، لیکن اگر کسی دکھنی سے کافی عرصے تک (خواہ ایک ہی وقت میں ہو) گفتگو کی جائے ، تو ایک اور خصوصیت یہ نظر آتی ہے کہ ان کے ہاں چند خاص خاص الفاظ اور جملے ہوں جو بار بار " تکیہ کلام " کی طرح دہرائے جاتے ہوں ۔ یہ " تکیہ کلام " بعض شخصی اور فردی نہیں ، بلکہ کل قوم کی تقریر میں پائے جاتے ہوں ، " اور اس میں شک نہیں کہ یہ دکھنی زبان کی حقیقی خصوصیت میں شامل ہیں ۔ ایسے لفظوں اور جملوں کی ایک خاصی اچھی فہرست پیش کی جا سکتی ہے ۔ ان میں سے اکثر یہ ہیں :—

" سو ؛ کیا ؛ کیا ؛ کیا کتو (= کیا کہے تو ؛ یعنی ' میری مراد یہ ہے کہ) ؛ مالوم ؟ (= معلوم ؛ معلوم ہے ؟ ' سمجھے ؟) ؛ دھکر (اس میں دھ بالکل اُسی طرح مخلوط ہے جیسے اچھا میں چھ ' یا پھر میں پھ — دکھنی " رہ کو " = تب ' پھر) ؛ نکو (= دکھنی " کر کو " = کر کے) ؛ نکو بول کو (= ایسا کہہ کے ' کر کے — ایسا سوچئے ' سمجھئے یا کرنے کے بعد یا ایسا سمجھتے ہوئے) ؛ نا (= ہے نہ — چوں کہ یہ بات اس طرح پر یا یوں ہے ' ایسا ہوتے ہوئے ' ایسی صورت یا حالت میں) ؛ باد ہے نا (= بعد ہے نا — اس کے بعد ' پھر ' پھر کیا ہوا ' پھر یہ ہوا کہ) ؛ ہوگا (= ہو گیا — خیر یہ تو ہوا ' یہاں تک

تو یہ ہوا) ؛ کہا بولہ تو (= یعنی ' سمجھ ' میرا مطلب یہ ہے کہ) ' وغیرہ - یہ الفاظ اور جملے وہ ہیں جو ' جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا ' عموماً ہر دکھائی میں گفتگو کرنے والے کی بات چیت میں سنے جاتے ہیں ' ان کے علاوہ شخصی " تھکے کلام " کا تو ہر شخص متجاوز ہے اور اُس کا لحاظ نہ کیا جاتا ہے . لیکن عجیب تر امر یہ ہے کہ یہ سب الفاظ وغیرہ اس قدر شدید و تند اور ایسی کثرت کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں ' اور ان کی وجہ سے تقریر ایسی غیر ضروری طور پر طویل ہو جاتی ہے کہ غیر دکھائی سننے والا تھریزی ہی دیر میں عاجز ہونے لگتا ہے . ایک چھوٹی سی بات ' جو بمشکل تین منٹ میں ادا ہو سکتی ہے ' ایک تھینٹہ دکھائی بولنے والے کے منہ میں پہنچ کر ضرور کم سے کم دس منٹ میں ادا ہوتی ہے . وہ بولتے بولتے بار بار کچھ تامل کرتا ہے ' اور ان الفاظ میں سے کسی سے (حسب موقع) مدد لے کر پھر آگے بڑھتا ہے ' اور اس طرح ایک تھکا دیئے والے عاقل سے کام لینے کے بعد کہیں ایلی تقریر ختم کرتا ہے . اُس کی تقریر سننے کے دوران میں سننے والے کو کچھ ایسا محسوس ہوا کرتا ہے کہ بولنے والے کے پاس اپنے خیال کے اظہار کے لیے کافی اور مناسب الفاظ نہیں ہیں ' اور وہ اُن کو تلاش کر کے استعمال کرنے کے لیے بار بار چند دقیقوں کے لیے ان تکیہ کلامی لفظوں سے مدد لینے پر مجبور ہو جاتا ہے . جہاں تک میں اس عجیب و غریب امر پر غور کر سکا ' اور جہاں تک میں نے اس کا اندازہ کیا ' مجھے یہی معلوم ہوا کہ دکھائی زبان میں الفاظ کی تعداد واقعی محدود اور ہر قسم کی ضروریات کے لیے ناکافی ہے . یہ کہنا تو کسی طرح صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ دکھائی زبان میں الفاظ ہمیشہ سے ناکافی تھے ' کہوں کہ قدیم دکھائی شاعروں اور نثر نگار مصنفوں کی تحریریں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ قریب قریب ہر نوع کے

خیال کے اظہار کی قوت رکھتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ دکھلی بولنے والوں میں ایسے افراد روز بروز کم ہوتے جا رہے ہیں جو ”عائل نظر بند“ اور ”عالم پلہ“ جیسے مقبول عام دکھلی قصوں کی زبان کو پوری طرح سمجھ سکیں۔ البتہ پرانے بوزھے اور بوزھیاں، جو اب تک موجود ہیں، اور کم سواد یا جاہل لوگ ضرور ان پرانے مصداوروں اور الفاظ سے آشنا ہیں اور ان منظوم قصوں کو (بہ نسبت تعلیم یافتہ لوگوں کے) زیادہ آسانی اور خوبی سے سمجھ سکتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ یہ قصے زیادہ تر ایسے ہی کم سواد لوگوں اور عورتوں میں زیادہ مقبول ہیں، اور نہایت شوق و ذوق سے پڑھ جاتے ہیں۔

اس کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ ادھر ایک صدی یا اس سے کچھ ہی زائد عرصے سے مدراس دکن میں فارسی کا زیادہ دور دورہ رہا۔ انگریزوں کی آمد کے وقت اُسی کا زیادہ زور تھا، اور لکھے پڑھے لوگ عموماً دکھلی کی طرف راقب نہ تھے؛ دوسرے یہ کہ خود دکھلی بولنے اور لکھنے والے اُس کی طرف سے ایسے بے غرض اور لاپرواہ سے ہو گئے، اور اب بھی ہیں، اور دوسری زبانوں (بالخصوص اردو) اور اُن کے مصداورے کے استعمال میں مصروف اور غرق ہو کر اپنی زبان اور اپنے مصداورے کی پرداخت سے ایسے غافل ہیں کہ بولتے وقت اُن کو الفاظ تلاش کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور اس ضرورت کو وہ اس طرح دفع کرتے ہیں کہ اپنی گفتگو کے درمیان میں ان مذکور لفظوں اور جملوں کو بار بار استعمال کر کے تقریب کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ ادھر چب سے حیدرآباد دکن میں عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہوئی ہے، اور اُس نے اردو زبان کو اپنے نصاب تعلیم کے لیے واحد ذریعہ قرار دے دیا ہے، اس نے نہ صرف ممالک محروسہ سرکار نظام میں بلکہ مدراس دکن کے دکھلیوں میں بھی اردو کی ایک نئی

روح پہونک دی ہے ؛ اور یہ روح ہر دکھنی کی تقریر اور تحریر میں کار فرما نظر آرہی ہے ۔ یہ ناممکن ہے کہ اس نئی روح اور اُس کی کیفیت سے ہر تعلیم یافتہ دکھنی متاثر نہ ہو ۔ اور اس کا ایک بدیہی نتیجہ یہ بھی ہے کہ ” دکھنی “ متنازعہ اب نہایت سرعت کے ساتھ اپنی زندگی کے دن ختم کرے اور بالآخر اپنا چولا بدل کر وہی شکل اختیار کرے جو یہ جدید رو اُسے اختیار کرنے پر مجبور کرے ۔ ایسی صورت میں یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اس قدیم زبان کے آثار کو ایک مستقل اور پیہم کوشش کے ذریعے کم از کم کتابوں کے اوراق ہی میں محفوظ کر دیا جائے ۔ جامعہ عثمانیہ کے ہونہار طالبانوں نے یہ کام نہایت جوش اور خوش اسلوبی سے شروع کر دیا ہے ، اور اس میں شک نہیں کہ وہ اپنی تحریروں سے اپنے ملک اور اپنی قدیمی زبان کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں ۔ ان کی نگاہ لطف سے مدراس دکھنی بالکل محروم تو نہیں ؛ لیکن حق یہ ہے کہ انہوں نے اس طرف اب تک کافی توجہ نہیں کی ہے ۔ اصل یہ ہے کہ یہ کام خود مدراس دکن کے نوجوانوں کا ہے ؛ اور آثار ایسے ہیں کہ وہ بہت جلد اس طرف متوجہ ہوں گے ۔

ہر قوم کی ہستی کا احساس کرنے اور اُس کی زندگی کی کیفیتوں کو سمجھنے میں اس کی تاریخ کے علاوہ اُس کی روایات ، اُس کی زبان ، اُس کے قصے اور گیت ، اُس کی کہانیاں ، مثلیں اور پہیلیاں بھی بہت کچھ مدد دیتی ہیں ۔ آئندہ صفحوں میں دکھنی زبان کی پہیلیوں کا ایک مجموعہ پیش کیا جاتا ہے ، جس سے دکھنی قوم اور اُس کی زبان پر خاصی روشنی پڑتی ہے ۔

دکھنی میں پہیلی کو ” مسلا “ (عربی : مسئلہ) کہتے ہیں اور اُس کی جمع مسئلے آتی ہے ۔ دنیا کے اور سب زبانوں کی طرح دکھنی مسئلے

بھی بالکل سادہ اور روز مرہ متعارف ہیں۔ یہ اُن بڑی بڑی ہونسیوں کی زبان ہے، جو ہر روز شب کو سونے سے پہلے اپنے پوتا پوتیوں اور نواسا نواسیوں کے ایک چہرمت میں بیٹھ کر پہیلیاں کہا کرتی ہیں، اور اس طرح نہ صرف اُن کے لئے ایک دلہستگی کا سامان فراہم کر کے وقت کو ہنسی، خوشی میں گزارتی ہیں بلکہ ان کی عقل و دانش بھی بڑھاتی ہیں؛ اور وہ معصوم اِن پہیلیوں کو بوجھنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے جلدی جلدی اور نہایت جوش اور وثوق کے ساتھ جواب دیتے اور آپس میں جھگڑتے جاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اِن پہیلیوں کی زبان اور متعارف ایسا چست اور منجھا ہوا نہیں ہے جیسا کہ اردو کی پہیلیوں کا ہوتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کا مقابلہ ہی کیوں کیا جائے؛ ہر ایک زبان کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں، جو اُس کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں، اور انہیں خصوصیات کے لحاظ سے یہ مطالعہ ہونا چاہیے۔ یہ کہنا بے جا تو نہیں ہے، لیکن اِن پہیلیوں کے مطالعے سے ضرور اس امر کا احساس ہوتا ہے کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ اُن کی زبان اس سے زیادہ چست اور مربوط ہوتی۔ پہیلیوں کی عام شان اُن دکھنی مسلوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ان میں اکثر قافیے سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن اُس میں بھی اُسی شکایت کا موقع باقی ہے کہ جا بجا اس قافیہ پیمائی میں بہت کچھ ڈھیل ہے، چستی کی کمی ہے۔ تو یہ اور ذومعنی الفاظ کا استعمال بھی موجود ہے، لیکن زیادہ نہیں ہے۔ اُس کا یہ سبب نہ سمجھنا چاہیے کہ دکھنی میں ایسے الفاظ کا ذخیرہ نہیں ہے جو تو یہ اور ایہام کے طور پر استعمال ہو سکیں؛ بلکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دکھنی پہیلیاں بنانے والے اُس کو تعقید اور گنگناہگ شمار کر کے زیادہ تر نظر انداز کر جاتے ہوں۔ ایک اور خصوصیت جو ان پہیلیوں میں نظر آئے گی وہ یہ ہے کہ اکثر پہیلیوں میں ایک ہی بات کو دہرایا گیا ہے، اور محض خفیف تبدیلی کے ساتھ وہی بات

بار بار کہی گئی ہے . چھسا کہ اوپر کہا گیا ہے ، دکھائی زبان اور اُس کی طرز ادا کی یہی کچھیت ہے کہ اُس میں تکرار زیادہ ہے ، اور یہی کیفیت ان پھیلیوں میں پائی جاتی ہے .

بہت ممکن ہے کہ بعض پھیلیوں کے متعلق پڑھنے والے یہ اعتراض کریں کہ اُن کی زبان یا اُن کا مضمون، یا طرز ادا ایسا نہیں ہے جسے پورے طور پر سنبھلنا یا سنبھلنا چاہئے . مجھے تسلیم ہے کہ ایسی پھیلیاں ضرور اُس مجموعے میں موجود ہیں . اور اُس کی دو صورتیں ہیں : یا تو سادہ یا ذومعنی الفاظ میں اُس نوع کی باتوں کہی گئی ہیں : یا ایک مہمل سی بد دعا اور کوسلے کے انداز میں . پہلی صورت کے متعلق مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ مجھے خود بھی حیرت ہے کہ بچوں سے اُس قسم کی باتیں کہیں کی جاتی ہیں جو تہذیب اور متانت سے گری ہوئی ہوں؛ کیوں کہ اُس حقیقت سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ پھیلیاں اصل میں بچوں ہی کے کان اور ذہن کے لیے وضع ہوتی ہیں نہ کہ عمر رسیدہ لوگوں کے لیے . حق یہ ہے کہ میں نے اس انتخاب میں اور بہت سی ایسی پھیلیاں کو حذف کر دیا ہے جن پر یہی الزام آ سکتا تھا ، اور جو اُس مجموعے میں شامل ہیں وہ بلا شبہ کم ضرر ہیں اور انداز بیان میں بہت کچھ متین ہیں . دہی دوسری صورت ، یعنی بددعا اور کوسلے کا انداز ، اُس کی ایک صاف وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس طرح سننے والوں کو پست ہمتی سے روکنا اور معقول طور کے بعد جواب دینے پر پرانگیختہ کرنا مقصود ہے اور بس . تاہم ایسی پھیلیوں کو پڑھنے اور سننے کے بعد لامحالہ یہ خیال آتا ہے کہ کیا اچھا ہوتا کہ معصوم ذہنوں کو اُس لغویت اور تشدد سے محفوظ ہی رکھا جاتا . میں نے ایسی پھیلیوں کو اُس مجموعے میں اس خیال سے شامل دھنے دیا ہے کہ دکھائی مسلوں کی یہ

ایک شان بھی نگاہ سے اوجھل نہ دھلے پائے۔ اس سمجھوتے میں ایسی پہیلیاں بھی ہیں، جن کو پڑھنے اور اُن پر غور کرنے کے بعد بھی کوئی معنی سمجھ نہیں نہیں آتے، کیوں کہ اصل میں اُن کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں، مگر یہ ضرور کہا جاتا ہے کہ یہ پہیلی فلاں مضمون کی ہے اور اُس کی بوجھ یہ ہے! اس طرح ایسی پہیلیاں بالکل چیستان در چیستان ہر کے رہ گئی ہوں۔ میں نے اُن کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے، مگر ایسے مقامات کے لیے، کہ جہاں میں اُن کے مطلب کو سمجھنے سے قاصر رہا ہوں، 'سوا معافی کی خواستکاری کے اور کیا عرض کر سکتا ہوں۔ ممکن ہے کہ پڑھنے والے اُن کو حل کر سکیں۔ میں اس بارے میں اپنے شرح صدر کا منتظر رہوں گا۔

بہر حال اس مجسموعہ غز کے مطالعے سے اُن پہیلیوں کی شام دل کشی اور دل آویزی کا اندازہ ہوگا، اور اگر کہیں کوئی چیستان پڑھنے والے کی طبع نازک کو ناگوار بھی گزرے تو کم از کم اس بنا پر ضرور معافی کے قابل ہوگی کہ یہ چیڑیں عالم فاضل لوگوں اور بڑے بزرگوں کے لیے نہیں ہیں، نہ وہ اس کا موضوع ہیں اور نہ خاص طور پر اُن کے کانوں کے لیے بنی ہیں۔ اُن سے روزانہ لطف اندوز ہونے والے زیادہ تر اور عمومی طور پر عورتیں اور بچے ہیں، اور چھوٹے چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لیے زیادہ نفاست اور نازک خیالی کی نہ صرف یہ کہ ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ لطافت کی خوبیوں اور ہاریکھاں اُن کی نازک طبیعتوں کی نسبت سے بھی اور وقت کے لحاظ سے بھی کچھ زیادہ مناسب نہیں ہیں۔ یہ پہیلیاں دکھن (بلکہ صحیح تر، مدراس دکھن) کے بچوں، اُن کی بڑھی دادیوں، اور اُن کی سادہ لوح ماماؤں اور کھلائیوں کے مزاج اور طبیعت کی سادگی اور معصومیت کی آئینہ دار ہیں۔ اُن کے مطالعے

ہے وہاں کے باشندوں کے اوضاع و اطوار، خہالات و افکار اور تفریحی مشاغل کے متعلق آسانی سے ایسی معلومات حاصل ہوتی ہیں، جن کے لیے ایک طویل زمانے کی محنت اور کتب خانوں کی کواہ کئی درکار ہے۔ ان پمیلیوں کی قدر و قیمت کی اہمیت اس لحاظ سے اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے کہ ان میں دکن کی ہندوستانی بولی اپنے اصلی رنگ روپ میں نظر آتی ہے اور زبان کی نزاکتیں، لطافتیں، باریکیاں اور تیز موز اپنے حقیقی انداز اور رنگ میں جلوہ گر ہیں۔ غالباً یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ اہل دکن کے اوضاع و اطوار اور معاشری حالات اور کوائف کا مطالعہ ان پمیلیوں کے مطالعے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ بھرگہف مجھے یقین ہے کہ یہ مجموعہ ہر پڑھنے والے کے لیے کسی نہ کسی نوع کی دل چسپی کا سامان ضرور بہم پہنچا سکے گا۔ اس مختصر پیشکش کے لیے بھی فوز عظیم ہے کہ یہ تاریخ اور بصورت دونوں کے لیے معاون ثابت ہو۔

اب صرف ایک اور ضروری امر یہ عرض کرنا باقی ہے کہ اس مجموعے میں شروع سے آخر تک ہر جگہ میں نے یہ کوشش کی ہے کہ تمام الفاظ خالص دکنی لہجے میں ادا ہوں۔ عربی فارسی و غیرہ زبانوں کے الفاظ کو جس طرح اہل دکن کی زبان اور کام و دھن ادا کرتے ہیں، بالکل اسی طرح ان صفحات میں درج کیا ہے؛ کسی جگہ ان کے تلفظ میں تصرف نہیں کیا۔

پمیلیوں کی تقسیم اور تہذیب مضمون کے لحاظ سے کی گئی ہے۔ ہر پمیلی کی بوجھ پمیلی کے بعد ہی دے دی گئی ہے۔ بعض پمیلیوں کے آخر میں فائدے کے ذیل میں بعض ایسے امور کی تشریح اور توضیح کر دی گئی ہے، جن کے سمجھ لینے سے پمیلی کا پروا لطف حاصل

ہوجاتا ہے ۔ خالص دکھائی الفاظ کی وضاحت کے لیے سب سے آخر میں ایک فرہنگ بھی دی گئی ہے ۔

آخر میں مجھے اپنے ان مکرم احباب کا شکریہ ادا کرنا ہے جن کی وساطت اور مدد ان پمپلیوں کے جمع کرنے اور بعض دقیق اور نازک مقامات کی تشریح میں شامل حال رہی ہے ۔ جناب حکیم محمد فوٹ صاحب کا احسان سب سے زیادہ ہے ۔ جناب حکیم محمد شہاٹ صاحب نے پوروی ، اور جناب سید محمد قاسم صاحب (جو ان دنوں شہر مدراس میں پولیس کے ڈپٹی کمشنر تھے) اب اس دنیائے آب و گل کی قیود سے آزاد ہیں ؛ مگر مجھے یقین ہے کہ ان کی پاک روحوں ”میرے اظہار شکر کو قبول فرمائیں گی ۔

پہلی فصل

قرآن

(۱) سفید دکھابی کالے چلے ، جن کے نصیب انوں چلے .

[خُراں - قرآن

سفید دکابی (دکھابی) کافہ ہے ، اور کالے چلے الفاظ ہیں جو سیاہ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں . ان چلوں کو چلے والا بڑا صاحب نصیب اور خوش قسمت ہے . اگر لفظ ” نصیب “ نہ ہوتا تو یہ پہیلی ہر قسم کی لکھی ہوئی چیز کے معنی میں آ سکتی تھی . حق تو یہ ہے کہ ہر قسم کی لکھائی کو پڑھنے اور سمجھنے والا خوش نصیب ہے .

(۲) اُجلی زمیں کالے دانے ، ہات سے پھرتے منہ سے اُٹھاتے .

[قرآن .

سفید (اُجلی) زمیں میں کالے دانے وہی سفید کافہ پر سیاہ رنگ کی تحریر ہے ؛ یہ دانے ہاتھ سے بوٹے جاتے ہیں (پیرتے) اور منہ سے اُٹھاتے جاتے ہیں - اس پہیلی سے بھی عام تحریر اور پڑھ سکنے کی قابلیت کا مفہوم نکلتا ہے .

(۳) بییک جناور ہر ، چار پاواں تیس پَر .

[قرآن اور رحل

قرآن اور رحل دونوں کو مجموعی طور پر ایک جناور (بییک جناور) سے تشبیہ دی گئی ہے - چار پاؤں (پاواں) رحل کے چار پائے ہیں ؛ اور تیس پَر سے قرآن کے تیس پارے مراد ہیں .

اسی مضمون اور اسی اسلوب کی ایک پھیلی ہمارے ہاں یوں ہے :

” ایک گھوڑا تیس سواری دیکھلے والا پر خوردار “

(۴) یوگ کر ‘ تیس پر ۔ جانے سو لوگ جانے نہیں ‘ جانے سو گدے
، بہتر ۔

[قرآن]

قرآن کو نور سے غالباً اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ لفظ قرآن مذکر
اسم ہے ۔ جاننے والے بھی اس کی حقیقت اور عظمت سے پوری طرح واقف
نہیں (نہیں) ہیں ؛ البتہ جو لوگ اسے کچھ بھی جانتے ہیں وہ گدے (گدے)
یعنی جانوروں سے ضرور بہتر ہیں ۔ دوسرے فقرے کے پہلے حصہ میں اثبات
اور نفی کو جمع کر کے پھیلی کی شان پیدا کرنی گئی ہے ۔

دوسری فصل

جان ‘ جینا اور مرنا ‘ عقل

(۵) ”سے کا پندرا“ سے کی کیلیاں ۔ جگتیں پلایاں ‘ نکلتے توتا ۔

[جان ‘ روح]

فائدہ : جگتیں = جگتے ہیں ‘ جاگتی ہیں ۔ نکلتے = نکلتا ہے ۔

سلمہری (سے کا) پندرا انسان کا جسم ہے ‘ اور سلمہری کیلیاں
(کیلیاں) روح ہے ‘ جسے آگے چل کر توتے سے تشبیہ دی گئی ہے ۔

(۶) جب ہمیں گل تھ میاں ‘ لگتے ہزاراں کے گلے ۔ جب ہمیں

خار ہوے ‘ سوب سے نکالیں بھلے ۔

[روح]

فائدہ : ہمیں = ہم ، ہزاراں = ہزاروں ۔ سوب = سب ۔ نکالیں :

الگ تھلگ ‘ جدا ‘ دور ۔

(۷) گھر ہے دروازہ نہیں ، پڑوس ہے بات نہیں .

[خبر - قبر]

(۸) آہا ، پیا کیا کام کیا ! جنگل میں قیرا کیا . کچھ اُس نوں کچھ

پاس نہیں ، کچھ کلی میں پاس نہیں . ایسا جناور گھات کا ، لے کو گھیا
مہرے ہات کا . چنتا لکا بات کا ، جگتیوں ساری رات کا !

[موت ، قبر]

فائدہ : آہا تاسف کا کلمہ ہے ، آہ آہ - کچھ = کچھ . لے کو گھیا = لے کر
چلا گیا ، چھین لے گیا . جگتیوں = جگتی ہوں ، جاگتی ہوں . چنتا دکھلی
مکاوڑے میں ملکر ہے .

مفسوم صاف ہے . ایک عورت کے ملہ سے اس کے شوہر کے مرنے اور
آبادی سے دور دفن ہونے اور اس سبب سے اس بدنصیب کی شب بیداری
اور بیقراری کا ذکر ہے .

(۹) آسمان اُٹا پھل زمین اُٹے توکرے میں دکھ لے کو نام نہیں سو
گاؤں کو لے کو گئی تو مہوں نہیں سو آدمی کھا لیا .

[عقل]

پہیلی کہنے والی کہتی ہے کہ آسمان کے برابر (اُٹا) ایک پھل تھا -
میں اُسے زمین کے برابر (اُٹے) توکرے میں دکھ کے ایک ایسے گاؤں کو لے گئی
جس کا کچھ نام نہیں تھا - وہاں اس پھل کو ایک ایسا آدمی کھا گیا
جس کے ملہ (مہوں) نہیں تھا - ظاہر ہے کہ ایسی چیز ، جو زمین آسمان
سب پر حاوی ہو ، عقل کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے -

تیسری فصل

انسان ، اس کے اعضاء اور متعلقات

(۱۰) ایک خالی ، دوسرے میں کیوں بھرا ہو آب ہے
 جہاز کے آپر جو ہمدم ہو ہڑا تالاب ہے
 [آدمی کا آنگ۔ آدمی کا جسم

پہلے مصرعے میں جسم کے دو حصے تصور کئے گئے ہیں : ایک (پیک) ،
 یعنی نیچے کے دھڑ کو خالی اور دوسرے ، یعنی اوپر کے دھڑ کو (قابلاً پیمت
 اور اس کے اندر کی کینیت کے لحاظ سے) پانی سے بھرا ہوا کہا گیا ہے ۔
 کیوں (کیسا کچھ) ، کس قدر تعریف اور استعجاب کا کلمہ ہے ۔ دوسرے
 مصرعے میں جسم کو درخت (جہاز) سے ، اور سر کو ہڑے سے تالاب سے تشبیہ
 دی ہے ۔

(۱۱) ہے نہاں اللہ مستند پیک سو ہو تین میں !

کھول کر برلوں تو میں دھنلا پڑیں گا دین میں !

| آدمی کا جسم

پہلے مصرعے میں اللہ اور مستند کا ایک سو تین میں جمع ہونا
 بتایا ہے ، جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور مستند کے ، یہ حساب جمل ، ۱۰۳
 عدد ہوتے ہیں ۔ یہ حساب یوں ہے : اللہ سو ۱۱ ، مستند ۹۲ ؛ کل
 ۱۰۳ اسی طرح لفظ جسم کے بھی یہی ۱۰۳ ؛ عدد تین (ج ۱ س ۱ م :
 ۳ + ۶ + ۴۰ = ۱۰۳) ، دوسرے مصرعے میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ
 اگر ۱۰۳ کو کھول کر بیان کر دیا جائے ، یعنی ”جسم“ کہہ دیا جائے تو

دین (اسلام) میں رخنہ پڑے گا (پڑیں گا) ، کیوں کہ ایسا کرنے سے اللہ کے لئے جو جسمانییت سے مبرا اور منزہ ہے ، جسم ثابت ہو جائے گا !

(۱۲) ایک کلول کا پھول : کبی آدا ، کبی سارا ؛ کہیں ہے ، کہیں نہیں .

[ماں باپ

ایک کلول کے پھول سے ماں باپ کی مجموعی حیثیت کا بیان منظور ہے . کبی (کبی) یہ پھول آدھا (آدا) ہوتا ہے اور کبی سارا ، یعنی کسی کے ماں باپ میں سے صرف ایک ہی فرد (آدھا) زندہ ہوتا ہے اور کسی کے دونوں ہوتے ہیں . اسی طرح ، کہیں تو دونوں باپ ہوتے ہیں ، اور کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بھی نہیں (نیں) ہوتا ، یعنی کوئی بن ماں باپ کا (یتیم) ہی ہوتا ہے .

اس پہیلی کی ایک اور صورت (۱۳) ہے - اہل بہار کے ہاں بھی ماں باپ کی ایک پہیلی ہیں قریب قریب یہی الفاظ ہیں - ان کی پہیلی یوں ہے :-

”گلاب دے گلاب ، گلاب کا پھول . کسی کو سوچا ، کسی کو آدھا ، کسی کو تھرا ، کسی کو کچھ ، بھی نہیں .“

(۱۳) پھول میں پھول مہا پھول ؛ کسی کو ہے ، کسی کو نہیں ، کسی کو پیک ، کسی کو دو .

[ماں باپ

(۱۴) بھائی دے ، بھائی کئے دے ! تو مبرا مرد ، میں تیری چور ، شکار کو جائیں گے ، چل دے !

[چار آدمیاں - چار آدمی

فائدہ : مرد میں م اور د متضاد ہے .

اس میں صرف یہ بھرتہ ہے کہ چار آدمی صاف صاف ہاتھ لگے
 ہیں: تو 'میرا خاندان' میں 'ا' میں اور تھری بی بی (جوزو)، اے العاط
 کے جلدی جلدی ادا ہوئے۔ ایک لطیف سا بھرتہ بن جاتا ہے "دلیہ"
 مستطاب کا ایک فرضی نام ہے۔

(۱۵) دریا کلبہ تھری بی بی مستطاب نو برس کی
 تسلیم کر کہ پوچھا "اے دادا! تو کس کی؟"

[ملکی کی پتلی۔ آواز کی پتلی

پتلی کو "نو برس" کہہ مستطاب "اس دو سے کہا گیا کہ (چھوٹی
 سی ہوتی ہے۔

(۱۶) ایک کڑی 'پنچاس' جوزی۔

[دانش دانست

پنچاس جوزی سے مراد ایک سو ہیں بلکہ مستطاب پنچاس ہے۔
 پنچاس میں ایک کڑی (۲۰) کو جمع نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ اس سے
 ۲۰ کو ملتا کیا جائے گا۔ اس طرح ۳۰ کا عدد حاصل ہوتا ہے! دانش دانوں
 کی مشہور عام تعداد یعنی ۳۲ کے لگ بھگ ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ
 دانش دانوں کا اور کچھ پتہ نشان نہیں دیا گیا۔

(۱۷) اُپر دھابا، نیچے دھابا: بیچ میں بیٹھی 'دلی خانا'۔

[چپ، زبان

زبان کو کٹلی اس لئے کہا گیا کہ وہ بولنے میں کام آتی ہے اور اکثر
 ادھر کی ادھر لکائی بچھائی کرتی رہتی ہے! اور وہ قہقہہ (خانا) اس لئے ہے
 کہ وہ اپنے منہ سے بول سے اس قہقہہ کی عورتوں کی طرح اڑوں کا
 دل موہ لیتی، انہیں اپنے بس میں کر لیتی ہے۔ تشبیہ کو ہر ازل کے لئے

یہ

اور

کچھ

مصر

دلی

!

بتایا ہے

عدد ہوتے

۱۰۳ اسی

۹۰ + ۱۳

اگر ۱۰۳ کو

الگ کر

زبان کو (ملہ کے مکان کی) درمیانی منزل میں (جہاں ایک دھابا اور ہے اور ایک دھابا نیچے) بٹھا دیا گیا ہے ۔

(۱۸) انا سری کا آنگن ، اُس میں لگے ہیں چار بینگن ۔

[ہتھیلی بی انگلیاں ۔ ہتھیلی اور انگلیاں

ہتھیلی کو ایک چھوٹے سے (انا سری کا) صحن سے اور انگلیوں کو بھنگلوں سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ اس پھیلی میں یہ سقم ہے کہ انگلیوں کی تعداد بجائے پانچ کے چار بتائی گئی ہے ۔ بینگن اہل مدراس کو نہایت دوجہ مرغوب ہے ۔ یہ ترکاری بارہ مہینے تیس دن برابر دستیاب ہوتی ہے ' اور شاید ہی کوئی دن کسی گھر میں خالی جانا ہوگا جب بینگن نہ پکیتے ہوں ۔

(۱۹) دھوئے دھائے ، پھودے میں بھائے ۔

[پاواں بی چرتا ، پاؤں اور چوتھا

پاؤں دھوئے دھائے جاتے ہیں ' اور ایک نرم سی چیز (پھودا) میں ڈال دئیے (بھائے) جاتے ہیں ۔

(۲۰) بڑی مسجد نے دو منارے ۔ خازی ساب کو پتک کو مارے ۔

[ناک کا ریخت ۔ دینتھ،

ناک کو بلندی کے لحاظ سے بڑی مسجد سے ' اور دونوں نتھنوں کو دو میناروں (منارے) سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ اس مسجد میں سے قاضی صاحب (خازی ساب) نکلتے ہیں ' جن کو زمین پر پتک دیا جاتا ہے ۔

(۲۱) بیک مسجد، دو خانے، ملا آتے پڑ جانے۔

[ناک کا ریلٹ

یہ پہیلی اوپر والی پہیلی سے مماثل ہے، ایک زرا سا فرق یہ ہے کہ اس میں قاضی صاحب کی جگہ ملا صاحب جلوہ گر ہیں، جو اندر سے محض گر پڑنے یا تپک پڑنے ہی کے لیے باہر آتے ہیں۔ قاضی اور ملا کی اس عجیب و غریب تشبیہ میں غالباً وہی احساس ارادت کارفرما ہے، جو فارسی اور اردو شاعروں کے دیوانوں میں عشاق اور ان بزدلوں کے مابین اکثر سنلے میں آیا کرتا ہے !

چوتھی فصل

گھر، گھر کا سامان، برتن و شیرہ

(۲۲) دو جوانا مرگاں کھڑے تھے، دو جوانا مرگاں پڑے تھے، دو ملتی کترے دھوڑتے تھے۔

[دروازا بی کواڑاں، دروازہ اور کواڑ

جوانا مرگ دکھلی میں مجازی طور پر تین معنوں میں آتا ہے : (۱) طائتور، توانا، مضبوط جوان، (۲) بددعا کے طور پر، اور (۳) بچوں کے لیے انتہائی لطف و محبت کا کلمہ۔ یہاں سب سے پہلے معنی میں (جمع کے صیغے میں) آیا ہے۔ اسی طرح ملتی کترے (سر کترے) بھی بددعا اور پیار کا کلمہ ہے۔ دو کترے اور دو پترے سے چوکھٹ مراد ہے، اور دو جو درڑتے (دھوڑتے) ہیں وہ کواڑ ہیں۔

ہمارے ہاں بھی دو پہیلیاں اسی نہج پر ہیں . دونوں میں کواڑوں کو آدمیوں سے تشبیہ دی گئی ہے . ایک پہیلی یوں ہے :—
 ” ادھر سے آئی جاتنی ‘ ادھر سے آیا جات . دونوں ایسے مل گئے
 جیسے چکری کا پات . “

دوسری کہم مکرری ہے :—

” دو پرکہ، آپ آپ کو تھاتے . جب ملیں جب نت کے گاتے .
 چنڈرا ہوئے سو چٹ پٹ بوجھے . مورکھ کو گھر بار نہ سوچھے . “
 (۲۲) جھاز تو جھکڑ ‘ پھول تو پھکڑ ‘ نام تو کیکر . کے رات کو
 ملتے ‘ دن کو کھلتے . یہ تماشا کئے ؟
 [دروازہ ‘ کواڑا]

فائدہ : کے (ک مفتوح) ‘ کٹی . کئے ‘ کیسا . یے ‘ یہ .

درخت (جھاز) کی تشبیہ اور اسی مناسبت سے کیکر (پھول)
 کا نام غالباً کواڑوں کی بلندی کی بناء پر ہے . اصل پہیلی دوسرے فقرے
 میں مرکوز ہے ‘ جس میں کواڑوں کا رات کو ملنا اور دن کو کھلنا بیان
 ہوا ہے .

(۲۳) سوتے سوتے دال لے کو پڑے .

[آغل . چٹکنی]

فائدہ : آغل دالدا ‘ چٹکنی لکانا .

قاعدے کی بات ہے کہ رات کو سونے کے لیے جانے سے پہلے مکان کا
 دروازہ بند کر دیا جاتا ہے . اس لیے کہا گیا کہ چٹکنی لگا کر (دال لے
 کو ‘ دال کر) جا کے سوتے .

(۲۵) اُلٹے باون سدے باون ، باون باون باون گیر . مہرا مسلا
نہیں بوجے تو ہشر میں ہوں گی داون گیر .
[کوہلیاں . کھپرل کے کھپرے]

فائدہ : باون ، ۵۲ . باون گیر مہسل ہے اور داون گیر (دامن گیر)
سے تک ملانے کے لئے رکھا گیا ہے .

الٹے (الٹے) اور سیدھے (سدے) ہر طرح باون ہی باون
(یعنی بے شمار) ہوتے ہیں . کہلے والی دھمکی دیتی ہے کہ اگر
مہری پہیلی (مسلا) نہ بوجھو گے تو میں ہشر (ہشر) کے دن دامن گیر
ہوں گی .

(۲۶) دن گو سات سو سولہاں ، رات گو بیٹک سولہاں .

[یادری . بازلی ، کواں]

فائدہ : سولہاں ، سہیلی . مدراسی دکھنی میں پچیس ، ستر اور
سات سو کے عدد عموماً ان گنت ، بے شمار کے مفہوم میں استعمال ہوتے
ہیں .

دن کے وقت کی ان گنت سہیلیوں سے پانی بھرنے والے (والیاں) مراد
ہیں . رات کو صرف ایک سہیلی رہ جاتی ہے ، یعنی خود کوں اکیلا
ہوتا ہے .

اس پہیلی کی ایک اور صورت ہے ، جس میں آخری لفظ ” سولہاں “
کی جگہ ” اکیلی “ آتا ہے ، جس سے کوئیں کا اکیلا ہونا خود بخود واضح
ہو جاتا ہے .

(۲۷) مہرا لمبا تیرے بل میں ' تہری دھاک مہرے دل میں .

[بازوی بی دسی . کواں اور دسی

لمبا اور بل سے بالترتیب دسی اور کوئیں سے کنایہ ہے .

اسی مضمون کی ایک پہیلی ہمارے ہاں کہی جاتی ہے ' جس میں " تہری دھاک " کی جگہ " تیرا دھوکا " کہا جاتا ہے . بہت ممکن ہے کہ یہ دکھلی مسلا حقیقت میں شمالی ہی ہو . " تہری دھاک " میں بھی دکھلی کی کوئی خصوصی شان نہیں ہے . " تیرا دھوکا " بلا شبہ " تہری دھاک سے بہتر ہے ' کہوں کہ اس سے سچے اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے .

(۲۸) تین پاواں کا گھوڑا . کھاتا سو گنا ' ہکتا سو گنا .

[چٹا . چولہا

فائدہ : ' گنا ' سونا ' زر . پاواں ' پاؤں .

چولہے کو ایک عجیب قسم کا گھوڑا فرض کیا ہے جس کے صرف تین پاؤں ہیں . یہ تین پاؤں تین دیگ دان ہیں . اس کے بعد ایندھن کی لکڑیوں کو گنے سے اور آگ کے انگاروں کو سونے سے تشبیہ دی ہے .

ہمارے ہاں کی بھی ایک پہیلی میں چولہے کو گھوڑے سے تشبیہ دی گئی ہے . وہ پہیلی یوں ہے کہ : " مٹی کا گھوڑا لوہے کا لگام ' اس پہ چوہہ بیٹھا ایک پٹھان " . اس میں لوہے کے لگام سے لوہے کا توا ' اور پٹھان سے روٹی مراد ہے .

(۲۹) تین پادیاں کی پٹی . گئے کھانی ، گلیاں سکتی .

فائدہ : چلا میں چ مصوم اور ل مشدد ہے .

[چلا . چولہا

یہ پہیلی بالکل اس سے قبل کی پہیلی کے انداز پر ہے ، فرق صرف یہ ہے کہ یہاں چولہے کو ہلی سے تشبیہ دی ہے . مگر اس ہلی میں بھی ایک فراہمیت یہ ہے کہ وہ گئے کھاتی ہے — اور پھوکت (گئی) پھوکتی جاتی ہے !

(۳۰) جنگل میں پیک جہاز تھا ، جہاز کے پیچھے جھونپڑی تھی .
جھونپڑی میں پیک لال تھا ، لال سے سوب کو کام تھا .

[انگار . انگارے

یہاں چولہے کو جنگل کہا ہے ، ایلدھن کی لکڑیوں کو مجموعی جھٹھٹ سے ایک درخت (جہاز) تصور کیا ہے ، اور ان کے پیچھے (پیچھے) چولہے کے اندرونی حصے کو ایک جھونپڑی قرار دیا ہے . اس جھونپڑی کے اندر وہ انگارے ہیں ، جن کو گراں قیمت لال سے تشبیہ دے کر سب (سوب) کو ان کا غرض ملد اور خواہش ملد بتایا ہے .

(۳۱) پہاڑ پو جامن .

[چلے پو کر اسہا . چولہے پر کوئلا

اس میں چولہے کو پہاڑ اور کوئلے کو جامن تصور کیا ہے .

(۳۲) اچلی مرضی ، دیوال کردی .

[راکھ

راکھ کو سفید رنگ کی مرضی سے تشبیہ دی ہے .

(۳۳) کسٹر پو کی بیٹی .

[دکھائی . دکھائی]

فائدہ : کسٹر ، کسٹر خزان . کسٹر پو کی بیٹی ، یعنی وہ بیٹی (لڑکی) جو کسٹر خزان پر بیٹھتی ہے .

(۳۴) چھوٹی چھاتی بڑی چھاتی ، لڑکی چھکا چھکا .

بوڑے میاں باہر نکلے ، مارتے پھکا پھکا .

[چکی]

فائدہ—پھکا پھکا اور چھکا چھکا میں پھ اور چھ مستوح ہے . بوڑکا (و مستحول) ، نلکے سر کا آدمی ، وہ جس کے سر پر بال نہ ہوں ، گنجا .

پٹھوٹی اور بڑی چھاتی سے چکی کے دو پات مراد ہیں - چھکا چھکا اور پھکا پھکا بالترتیب چکی کے چلنے اور اس میں سے آتے کے نکلنے کی آواز کے لیے اسماء اصوات ہیں - بوڑ کے میاں سے آتا مراد ہے - آتے کو مٹھی بھر بھر کر کسی ٹوکری یا اور برتن میں ڈالتے ہیں ؛ غالباً اسی لئے ابے ایک ایسے شخص سے مشابہ کہا ہے جس کا سر ملدا ہوا (بوڑکا) ہو -

(۳۵) ہات لگائے تو در کھلتا ، ہات تلے کام کرتا -

[ڈونگا]

ظاہر ہے کہ ڈونگا (نام لوت) ہانہ میں رہ کر کام کرتا ہے ، اور جب اُس میں پانی لینا مقصود ہوتا ہے تو پہلے پانی کے برتن کا ڈھکنا کھولنا یا اُٹھانا پڑتا ہے -

(۳۶) اُتی سری کی بتیاں ، بادشا کو جھکائی .

[پیک دان . اگل دان

فائدہ : اتی سری کی ، اتلی سی ، زرا سی ، چھوٹی سی .

اگل دان میں پان کی پیک وغیرہ تھوکنے کے لئے جھکنا ہی پوتا ہے ۔ بادشاہ کے ذکر سے اس زرا سی چیز کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے ۔

(۳۷) تلاب میں پانی ، پانی پر ساپ ، ساپ پر مور .

پانی سوک گیا ، ساپ مر گیا ، مور اُڑ گیا .

[چراغ

فائدہ : تلاب ، تلاب ، ساپ ، سانپ .

تالاب سے چراغ کا جوف مراد ہے ، جس میں پانی ، یعنی تیل ، بھرا دھتا ہے . اس میں سانپ ، یعنی بتی ، ہے . سانپ کے سر پر مور ہے . چراغ کی لو کو مور سے تشبیہ دی ہے . وجہ تشبیہ غالباً مور کے پروں کی شان ، خوبصورتی اور چمک دسک ہے .

سانپ کے ساتھ ساتھ یہاں مور کا ذکر ہے . ممکن ہے کہ واضح نے چراغ کی لو کو جو سانپ سے تشبیہ دی ہے ، اس میں اُس کے تخیل کو اس یہودی اور عیسائی روایت [۱] سے بھی مدد ملی ہو ، جو مسلمان عوام میں بھی مقبول اور رائج ہے ، اور جس کی دو سے سانپ نے آسمان حوا کو بھکا کر جنت کے ممنوع درخت کا پھل چکھا دیا تھا ، اور سانپ کی اس کارفرمائی میں مور اس کا شریک اور مددگار تھا . چنانچہ اس جرم کی پاداش میں خداوند خدا نے ایک طرف تو آدم اور حوا کو

[۱] دیکھو عہد عتیق ، کتاب پیدائش (باب ۳ ، ۱۳-۱۶) : عہد جدید ، مکاشفہ

(باب ۱۲ ، ۹) : ۲ : کرنتھیوں (باب ۱۱ ، ۳) .

جلست سے نکالا ، اُدھر سانپ کو ملاموں اور حوا کی اولاد کا دشمن بنا دیا ،
اور مرور کے پاؤں ایسے مسخ کیے کہ بقول شیخ سعدی

”طاؤس را ز نقش و نگاری کہ هست ، خلق

تکسین کنند و او خنجر از پای زشت خویش .“

اردو اور ہندی کی پہیلیوں میں بھی چراغ کے ظرف اور بتی کو
تالاب ، ندی ، پانی اور سانپ سے مشابہ بنایا گیا ہے ؛ مثلاً : —

(ا) ندی کے پال پال چل بکرے ، ندی سوکھی مر بکرے .

(ب) میوڑا رفیع سودا کی ایک پہیلی مستزاد در مستزاد کی

شکل میں ہے : —

تاروں کی بلائی ہوئی اک نالکی ایسی

سر چس کا سڈھرا ، اک رات میں ظالم

پی جاوے جو تالاب بھی اک سارے کا سارا :

یعنی کہ چلائی ہے تو جو وہ بتی .

(ج) امیر خسرو دہلوی کی ایک پہیلی (کہ ، مکر) ہے :

ایک ناری نے اچرچ کیا [۱] : سانپ مار تیل میں دیا .

چوں چوں نار سانپ کو کھائے . تال سوکھ سانپ مر جائے .

(۳۸) پیپک دھان ، گھر بھرک کو بھوسا -

[چراغ]

فائدہ : بھرک کو (بھ متوج ، ساکن) بھر کر ، بھرا ہوا ، پُر .

چراغ کی لو کو دھان سے اور روشنی کو بھوسے سے مشابہ تصور کیا

گیا ہے .

[۱] اس کی ایک روایت میں کیا اور دیا کی جگہ کیٹھا اور دینٹھا ہے .

ہمارے ہاں بھی چراغ اور روشنی کی ایک پھیلی اسی اسلوب

پر ہے :—

متھی بھر آتا ' گھر بھر بانٹتا .

ان پھیلدوں میں دھان اور آٹے کی تشبیہوں سے دونوں کے وطنوں کا پتہ چلتا ہے . مدراس دکھن کی عام روزانہ غذا چاول ہے ' اس لیے انہیں دھان کی سوچھی ' اور صوبہ متحده (خصوصاً مغربی حصے) کی عام غذا کہتے ہیں ' لہذا انہوں نے روشنی کو آتا قرار دیا .

(۳۹) بیل پوری تلاب میں ' پھول کھل نہ جائے .

عجب تماشا مہیں دیکھی : پھول بیل کو کھائے !

چراغ

اس مسئلے کی زبان صاف کہہ دیتی ہے کہ یہ خالص دکھائی چہیز نہیں ہے ' بلکہ سندستانی سے ساختہ ہے اور دوسرے مصرعے میں خلیف سا تصرف کر کے ایسے دکھائی بنا لیا گیا ہے . چنانچہ ہمارے ہاں کی ایک پھیلی یوں ہے :—

ایک تلیا رس بھری ' اور بیل پوری لہرائے .

کیسی عجائب بات ہے : پھول بیل کو کھائے !

اس کی ایک اور صورت یوں بھی رائج ہے کہ :—

عجب تلیا پیس رس ' اور دین ہی دین سُہائے .

اے سکھی میں تجھ سے پرچھوں ' پھول بیل کو کھائے !

ان سب پھیلیوں میں چراغ کی لو کو پھول سے تشبیہ دی ہے '

اور بتی کو تیل تصور کیا ہے . لو کو پھول کہنے میں چراغ کے پھول (گُل) کا تخیل معبود ہے .

(۲۰) سُنئے کی چڑی ' دم سے پانی پیتی .

[چراغ]

فائدہ : چڑی ' (بچ معلوم) ' چڑیا .

صوبہ بہار میں چراغ کی ایک پمپانی یوں کہی جاتی ہے :—

ایک چیلار ایسا ' جنو دم سے پانی پیتا .

ظاہر ہے کہ بتی کو دم سے مشابہ کہا گیا ہے ' اور چوں کہ بتی ہل نہیں تو وہی دھتکی ہے اور اسی قوبے سے سڑے سے تیل کھینچتی . اس لیے وہ گڑیا دم سے پانی پیتی ہے .

(۲۱) مٹی کا گھر ' انگریز کی توڑی . اُس میں بیٹھ کو ہیں

پر مستحکم سیٹھ .

[بھائی کا چراغ]

فائدہ : بیٹھ کو (واو مستعمل) نہیں (یا معلوم) ' بیٹھ کو ہیں .

بیٹھ ' سیٹھ ' بڑا سوداگر ' دولت مند آدمی .

بھائی کے چراغ کی محسوس ہیئت کو مٹی کا گھر کہا ہے—کو
ٹی کا گھر کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا . زیادہ مناسب تو یہ تھا کہ
پیشے یا چیلے کا گھر کہا جاتا . قمقے کے اوپر جو فانوس ہوتا ہے '
اس کی نہایت نام نہاد شکل انگریزی توڑی کے ٹپے اور چھچھے سے مشابہ ہوتی
' اس لیے اسے "انگریز کی توڑی" کہا ہے . روشنی کو کہہ مکرری
' اسلوب سے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ "نور محمد سیٹھ" کا نام
ہا ہے .

(۴۲) بڈی مر کو پڑی تو پڑی کا تلملنگاتے .

[گھڑیال ' کلاک]

فائدہ : بڈی ' (ب منہوم) پڑھی عورت ' بڑھیا . تلملنگاتے (دونوں

ت مکسور ' ت مفتوح) = تلملنگاتا ہے ' بچتا ہے : تک تک کرتا ہے .

اس مسئلے کی بوجھ کے بارے میں اہل رائے میں اختلاف ہے .

بعض کا خیال ہے کہ اس سے " کلاک " کی قسم کی گھڑی مراد ہے . کلاک

کو مری ہوئی بڑھیا اور اس کی تک تک کی آواز کو تلملنگانا کہا گیا ہے .

بعض کی رائے ہے کہ اس سے قدیم طرز کا گھڑیال مقصود ہے ' جس میں

ایک سوراخ دار پیلندے کے کتورے کو پانی سے بھری ہوئی ناند میں ڈال

دیا جاتا تھا . وہ کتورا آہستہ آہستہ پانی سے بھرتے بھرتے عین ایک گھنٹے

کے بعد دوبارہ کر تہ میں بیٹھ جاتا تھا ' اور جوں ہی وہ دوبارہ تھا ' گھڑیال

بچانے والا گھڑیال پر چوت ڈے کر گھنٹے کا اعلان کرتا تھا . اس عقیدے

کے مطابق سوراخ دار کتورے کو بڑھیا سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس کے دوبارہ

جانے کو مرنا کہا ہے ' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھنٹہ بجایا جاتا

ہے . اس دوسری قسم کے گھڑیال کی ہندستانی پہیلیاں بھی ہیں .

مقابلہ لطف سے خالی نہ ہوگا :—

راجا کے گھر آئی رانی . اوکھت گھات وہ پیوے پانی

مارے شرم کے توہی جائے . ناحق چوت پڑوسی کھائے

اس کو یوں بھی کہا جاتا ہے :—

ایک راجا کے گھر میں رانی . تلے کسی پیلندی پیوے پانی

لاجوں ماری توہی جائے . ناحق چوت پڑوسی کھائے

اسی اسلوب پر ایک اور پہیلی ہے :—

تربیا ایک پانی میں ترے . نس دن وہ پانی میں پھرے

جب وہ تریا غوطہ کھائے . اُس کا یار تب مارا جائے
 کسی قدر تبدیلیِ تخیل کے ساتھ ایک اور پہیلی ہے کہ :—
 ایک ناری پانی پر تھرے . پرکھ اس کا لستکا رہے
 جنوں جنوں خلدی غوطہ کھائے . دھوں دھوں بھڑوا مارا جائے
 ان تمام پہیلیوں میں ہتھی ، دانی ، ناری ، تریا کا تخیل
 مشترک ہے !

(۴۳) نیبو اورک لڑتے تھے . کلافن ماری چھٹی . لونگ تھی سو
 ماری : ہاے ! لاجی دبی !

[گھڑیاں ، کلاک]

فائدہ : نیبو ، (ن مکسور) نیبو ، لیسوں . کلافن ، مونگری ، چھٹی ،
 آدھکی . ہتھی (ب مفتوح ، م مشدد) ، فل ، شور ، بم .

اس پہیلی کی کیفیت اور تشبیہوں کا اسلوب سمجھنا بہت
 مشکل معلوم ہوتا ہے . غالباً اس سے کلاک نہیں بلکہ قدیم قسم کا
 گھڑیاں (جس کا اوپر کے مسئلے میں ذکر ہوا) مقصود ہے . صاحبِ فرہنگ
 آصفیہ نے گھڑیاں کی ایک ہندستانی پہیلی نقل کی ہے ، جس کا تخیل
 اس مسئلے کے تخیل سے کچھ مشابہ معلوم ہوتا ہے :—

گھڑی گھڑی کچنال پکارے . ہاے دیا موہے بامن مارے

(۴۴) ہتھی میں نہیں مانا ، کوٹھری میں مانا .

[المار . الماری]

فائدہ : ہتھی (لا مفتوح ، تھ مشدد) ، ہانہی . مانا ، سمایا .

کوٹھری ، کوٹھڑی .

الہامی ہانہی میں نہیں سمائی ' کوٹھری میں سمائی ہے . حق
یہ ہے کہ کوئی خاص بات پیدا نہیں کی . اور کئی چیزوں کے بارے میں
بھی یہی کہا جاسکتا ہے .

(۴۵) چلو سکی دی ' بازار کو جاؤں گے ' ہمارے سری کا آدمی
لاٹیں گے .

فائدہ : سکی (س مقہوم) ' سکی ' سہیلی .

[آئیلہ]

یعنی : اے سکی ' چلو بازار چلیں اور اپنا سا ایک آدمی لاٹیں .
اپنا سا آدمی سے دیکھنے والے کا عکس مراد ہے . ہمارے ہاں ' من جملہ
اور پہیلیوں کے ' آئیلے کی ایک مشہور پہیلی یوں ہے کہ :—

سامنے آوے کر دے دو ' مارا جاوے نہ زخمی ہو .

(۴۶) دیوال میں کے خان .

[مہیج ' کھل]

یعنی : وہ خان (صاحب) جو دیوار میں دھتے ہیں .

لفظ خان سے ممکن ہے کہ ایہام تناسب کے طور پر پتھانوں کی
درشت مزاجی اور سخت گھری کی طرف اشارہ مقصود ہو . اس کے علاوہ
لفظ " میں " اور " خان " سے مل کر " میٹھاں " کی صورت پیدا ہوتی
ہے ' جو مہیج کی جمع ہے . اس لحاظ سے یہ پہیلی کہ مکاری بن جاتی
ہے . اور چوں کہ شروع ہی میں دیوار کا ذکر آگیا ہے ' اس لیے سہلے والا
آسانی سے مہیج کے تصور تک پہنچ سکتا ہے .

پانچویں فصل

کھانے پینے کی چیزیں ، مسالے ، اور متعلقات

(۴۷) اناجی کے بھائی دھنّا جی کندن نور میں اترے ہیں .
 دھنّا ہے تو مل لہو ، نہیں تو کدجی ورم کو جاتیں .
 [گلدی . چاول کی پیچ]

انا جی اور دھنّا جی دو آدمیوں کے فرضی نام ہیں . کندن نور اور
 کدجی ورم صوبہ مدراس کے دو مشہور مقامات کے نام ہیں .

کندن نور (ک مضموم ، تہ منتوج ، اور واو معروف) ، جو اصل میں
 کدیا نور (ک ممنتوج ، واو معروف) تھا ، اور انگریزی لہجے میں کینا نور
 (Canunore) کہلاتا ہے ، احاطہ مدراس میں مالا بار کے علاقے میں ایک
 ساحلی مقام ہے . سنہ ۱۴۱۸ع میں مشہور پرتگیزی سیاح واسکو دگاما یہیں
 آکر اُترا تھا . اس کے تین برس بعد سنہ ۱۵۰۱ع میں پرتگیزیوں نے ایک
 تجارتی کوثھی وہاں بنا لی تھی . اس کے بعد ولندیزی اس پر قابض
 ہو گئے ، اور انہوں نے سنہ ۱۶۵۶ع میں ایک قلعہ بنا لیا . بالآخر
 سنہ ۱۷۸۳ع میں یہ قلعہ اور شہر انگریزوں کے ہاتھوں فتح ہوا ، اور یہ
 مقام اس وقت سے انگریزی عمل داری میں ہے .

کدجی ورم (ک ، و ، ر تینوں منتوج ، ی معروف) جس کا اصلی
 نام کدجی ورم ہے ، شہر مدراس سے متصل ضلع چنگل پیت میں واقع
 ہے - یہ ہندوستان کے قدیم ترین مقامات میں سے ہے ، اور عام عقیدے کے
 لحاظ سے مقدس تصور کیا جاتا ہے .

ان چاروں اعلیٰ مقام میں نہایت نفیس ایہام تناسب ہے۔ اناجی اور دھناجی نہ صرف اچھے کھاتے پیتے دولت مند سیٹھوں کے سے نام ہیں، بلکہ ان میں اُن کے اُن اور دھن کی طرف اشارہ بھی مضمحل ہے۔ دھناجی میں دھن کے علاوہ دھان کی طرف بھی نہایت لطیف اشارہ پایا جاتا ہے، جس سے پہیلی کی ہوجھ کا پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح لفظ کلن نور کے پہلے حصے میں کوندا (دکھنی کلن) اور کلنچہ ورم میں کلنچہ کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔ کلنچہ دکھنی متھارے میں کانچہ یا چاول کی پہنچ کا نام ہے، اور یہی اس پہیلی کا انتر ہے۔

(۴۸) چان چیسے چٹاے، پان ویسے پتلے، مہرا مسلا نہیں ہوجے تو تمہارے ناک کان کٹے۔

[پوہڑ، پاپڑ]

فائدہ : چان، چاند، چٹلے، چکلیے، کٹلے، کٹلے۔

پوہڑ (واو متھول) اور دوسری پ حقیقت سی مشدد) یعنی پاپڑ اہل مدراس کی مرغوب غذاؤں میں سے ایک غذا ہے۔ چیسا نہ پہیلی میں بیان کیا گیا ہے، عموماً اس کی شکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ شمالی ملک میں رائیج ہے۔ لیکن اس معمولی وضع کے علاوہ دوسری شکلیں بھی رائیج ہیں، جو تکلف کی ضیافتوں میں کام آتی ہیں، اور اپنی وضع کے لحاظ سے ”مرچ“ اور ”پھول“ اور ”کرلا“ کہلاتی ہیں۔

پاپڑ کی ایک پہیلی، جس سے ہمارے ہاں کے قریب قریب سب بچے واقف ہیں، ہمارے متھارے میں یوں ہے، اور اس پہیلی سے بہت کچھ مسائل ہیں :

چاند سا چکلا، پان سا پٹلا، جو نہ ہمارے اس کی آنکھ میں نکلا۔

صرف دوسرے حصے میں فرق ہے ' جس میں اہل دکن آئے، میں
 نکلا نہیں کرتے بلکہ ناک کان کے قتلے کر دیلے کی دھمکی دیتے ہیں .
 صاحب فرہنگ آصفیہ نے پاپڑ کی ایک پہیلی فارسی زبان کی
 نقل کی ہے ' جس کا اعادہ یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا :
 رنگش چو رنگ زعفران ' بریان چو جان عاشقان .
 پا دارد و پر ہم بدان ' جانان بگو این چیستان !

(۴۹) بادشا کی بیٹی ' تخت پو لیٹی . گل کرو گل زار کرو '
 کچی ہیز پو نخس کرو .

[پوری]

فائدہ : نخس ' نقش .

پوری پہلیے کے تشبیہ کو تخت سے تشبیہ دے کر پوری کو شاہزادی
 سے مشابہ کر دیا . پرتکلف پریوں پر ' خاص کر حاشیوں پر ' جو نقش
 کھے جاتے ہیں ان کو گل اور گلزار کہا گیا ہے . یہ سمجھ میں نہ آیا
 کہ کچی پوری کو کچی سیز کس نسبت سے کہا ہے . یا تو مختص مہسل
 تشبیہ ہے ' یا یہ مقصد ہوگا کہ سلیے والے کو بھٹکا دیا جائے .

(۵۰) ہات ہتیلی ' چہپہ کی کلی . بھری ندی میں تیرتی چلی .

[پوری]

یہاں پوری کو چمپا کی کلی سے تشبیہ دی گئی ہے . غالباً پوری
 کا خوش نما چمپئی رنگ اس میں وجہ تشبیہ ہے . یہ کلی بھری ندی
 یعنی گہی (یا تیل) سے بھری ہوئی کڑھائی میں تیرتی ہوئی جانی ہے .

(۵۱) لونگ الاچی چلے پانی نہانے . الاچی ماری چھبی . لونگ

نگی سر کوتلی : ہاے الاچی دبی !

[پوری]

فائدہ : چھبی ' دبی ' غوطہ .

لونگ اور الائچی کا علاقہ سمجھ میں آنا مشکل ہے . دوسرے جملے سے اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ کچی پوری کو الائچی کہا گیا ہے .

(۵۲) اہتو اہتو اہتے ، گھانس میں سوتے . میرا مسلا نہیں بوجے تو میرے گھر کے کتے .

[آتے کے کھجوروں . کھجوریں

فائدہ : شروع کے تین لفظوں میں الف اور ہ مفتوح ہیں اور ت مشدد ہے ؛ واو معروف ہے ، اور ی مجہول ہے .

پہیلی کا آغاز مہمل الفاظ سے ہوتا ہے ، جن کو ایک مجہول شخص کا نام فرض کیا جاسکتا ہے . اہتے میں سوتے کا قافیہ پیدا کیا گیا ہے . آتے کی کھجوروں کا گھاس میں سونا بھی عجب بیان ہے . گو یہ صحیح ہے کہ کھجوروں کا رکابی میں رکھا ہونا گویا ان کا سونا ہے ، لیکن گھاس کا مشبہ معلوم کرنا دشوار ہے .

(۵۳) ہید ہیدا ، گھانس میں سوتا . میرا مسلا نہیں بوجھا سو میرے گھر کا کتا .

فائدہ : شروع کے دونوں لفظوں میں ی مجہول ہے . بوجھا ، (جس نے) پہیلی کو بوجھا . مٹکلا میں م اور ک مضموم ہیں . ک کافہ واو معروف کی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے . لیکن عام تلفظ یہی ہے .

اس پہیلی میں بھی ماقبل کی پہیلی کا رنگ ہے . ہید ہیدا منتض فرضی نام ہے ، جس کے دوسرے جزء کو سوتا کا قافیہ بدایا گیا ہے . وہی گھاس یہاں موجود ہے !

(۵۴) باہر سے آئے جاتے ، بُلے نو رنگ کھاتے ، کھاتے بُلدا جاتے ،
کھولنا نہیں جاتے ۔

[سیویاں ، سویاں]

فائدہ : سیویاں میں پہلی سی متجہول ہے ۔

نو رنگ یعنی کئی وں سے کئی کھاتے سے اس طرف اشارہ مقصود ہے
کہ سیویوں کے ایک دوسرے کے اوپر سیدھے آئے بانکے ترچھے طور پر پڑنے
سے طرح طرح کی هندسی شکلیں اور وضعیں پیدا ہوجاتی ہیں ۔
ظاہر ہے کہ اس طرح یہ ”کھاتے“ بنی تو جاسکتی ہے ، لیکن اس کے
سب تاروں کو کھول کر الگ الگ کرنا ممکن نہیں ہے ۔

اسی مضمون کی ایک هندستانی پہیلی قابل ملاحظہ ہے :
کوٹ کے نر کو نار بلاتیں ۔ توڑیں تاریں ملیں ملائیں
ایلدچیں کھیلچیں کاتیں قال ۔ بھوجن کر لو میرے لال ۔
(۵۵) پہلے آ کہو ، پچھے چار انگلیاں اٹھاو ۔

[اچار]

یہ گونگی پہیلی ہے ۔ ہدایت موجود ہے ۔ عیان را چہ بیان ۔

(۵۶) پانی میں کا پمڑا ، نہ ہڈ نہ چمڑا ۔

[مسکا ، مکھن]

فائدہ : ہڈ ، ہڈی ۔

پمڑا کا مفہوم معلوم نہ ہوسکا کہ کیا ہے ۔ ممکن ہے کہ صرف چمڑا
سے تک ملانا مقصود ہو ۔

اس پہیلی کے دوسرے جزو میں نہ سے پہلے ”اُسے“ کا اضافہ بھی کیا
جاتا ہے ۔

(۵۷) ہڈ پو ہریالی .

[ملائی ، بالائی]

دودھ کو ہڈی اور بالائی کو ہریالی کہا ہے .

(۵۸) اے لوگو ، دنیا میں بڑا باپ ہوتا ہے . پسر کے واسطے مارتے

پدر کو ، کہ دنیا میں دادا باپ ہوتا ہے .

[چھانچھہ ، چھاچھہ]

دھی کو باپ اور چھاچھہ کو بیٹا کہا گیا . ظاہر ہے کہ بیٹے کی

خاطر باپ کو مار ڈالا گیا . آخری جملہ عجیب و غریب ہے . دادا کا

ذکر بالکل غیر ضروری اور غیر متعلق ہے ، دادا اور پوتے کا تخیل ہمارے

ہاں کی ایک پہیلی میں بڑی خوبی سے نبھا گیا ہے ، جس کا انتر

”دیوار پوتلے کا پوتا“ ہے :

یہا دادے کا پوتا ، دیوال سے ملے ملے روتا .

دودھ ، دھی اور چھاچھہ کے مضمون کی ہمارے ہاں ایک قدیم

پہیلی ہے :

اک نر کا اک ناری آوے . سبھی کہا یہ جم جم آوے

وا کے متھن هوت نر ناری . نر پیارو ناری بھی پیاری

(۵۹) مٹھائی گو کے وہاں کی بیٹی .

[چلیبی]

(۶۰) نارنگی نارنگی لب شکر ، کب سے کھڑی بغیر خبر . آیا

مالی پانی پہلے گھات کا .

[چلیبی]

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہیلی پوری نہیں ہے . آخری جملہ

شرطیہ سا معلوم ہوتا ہے ، جس کی خبر فائز ہے . لیکن جہاں تک

میں تحقیق کر سکا یہی معلوم ہوا کہ اس میں اور کسی جملے یا قول کی کسی نہیں ہے۔ اور اسی آخری جملے میں چٹھبی کی طرف اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں زبان کی ایک پھیلی ہے۔ اس کی ابتدا بھی قریب قریب ان ہی الفاظ سے ہوتی ہے :

انار دانہ لب شکر ، میں کھڑی تھی بے خبر ،
رنگ محفل میں بجلی چمکی ، شاہ پوری کو کیا خبر ،

لیکن تھوڑے ہی سے غور سے اندازہ ہو جائے گا کہ یہ پھیلی اپنے الفاظ ، کنایات اور مفہوم کے لحاظ سے بہ نسبت اس دکھنی پھیلی کے زیادہ واضح اور صحیح ہے۔

(۶۱) بادشا کی بیٹی ، سیج پو لیتی ؛ جانے والیاں کو ترسا دیتی ،

[جلیبی]

اس سے قبل پوری کی ایک پھیلی (شمار ۴۹) گذر چکی ہے ، شہزادی کی تشبیہ دونوں میں مشترک ہے ، یہاں صرف ترسانے کا تخیل نبھا ہے ، اور یہی دونوں میں مابہ الامتیاز ہے ۔

(۶۲) لکڑے کی گائی فولاد کا چارا ، دودھ دیتی صبح کا پہرا ۔

[نارل (ناریل) کی شراب]

فائدہ : لکڑا ، لکڑی ، گائی ، گائے ۔

ناریل کے باہر کے خول کے لحاظ سے اسے لکڑی کی گائے کہا ہے ۔ صبح کے پھرے سے شراب کی سفیدی مراد ہے ۔

(۶۳) پانی میں کا تمرا ، اسے ہڈ نہ چمرا ۔

[برف]

اوپر مکھن کی پھیلی (شمار ۵۶) گذر چکی ہے . دونوں کے الفاظ بالکل ایک ہی ہیں . صرف پمڑا اور تمڑا کا فرق ہے ، جو غالباً دونوں جگہ بمعوض پمڑا سے تک ملانے کے لئے استعمال ہوئے ہیں .

(۶۳) پھل پھل پانی ، آپ دیں گا پھول .

[نمک]

فائدہ : پھل میں دونوں جگہ پہ مفتوح ہے . دیں گا (ی معروف) ' دے گا - پھل پھل سے مراد ہے بہ کثرت ، بہت زیادہ ؛ اور پھل کی نسبت سے آخر میں پھول لایا گیا ہے . پھل پھل سے پانی میں چلنے کی آواز کی نقل مقصود ہے .

نمک کو پانی کے ذریعے تیار کیا جاتا ہے ، اور نمک پانی اور بالو کی سطح پر سفید پھولوں کی شکل میں نمودار ہوتا ہے .

(۶۵) چلو سکی دی بزار کو جائیں گے ، بھوسا نہیں سو اناج لائیں گے .

[نمک]

فائدہ : سکی (س مضموم) ، سکھی سہیلی .

نسک کو ایسے اناج سے تشبیہ دیلا ، جس میں بھوسا نہ ہو ، کچھ برا نہیں ہے .

(۶۶) لال لال سوہی لال ، چلو ملو سوہی لال " پاؤں پو کی

دال لال . زانت ہے بملی " بچھو کا دھوم دھام .

[لال سرچ]

فائدہ : سرچ بھی ، سب کے سب . چلو ملو (سچ ، م مضموم ؛ ن

مشدد ؛ واو معروف) ، بچے . بملی (م کی خفیف سی تشدید سے) برہملی ، برہمن عورت .

چلو منو اور پاؤں پر کی دال ' دونوں سے مرچ کے بیج مراد ہیں .
 بچوں کو لال کہنا صریحاً غلط ہے ' کیوں کہ ان کا رنگ لال نہیں
 بلکہ پیلا ہوتا ہے . بچہ کی سی دھوم دھام کا تعہیل تو ظاہر ہے کہ
 مرچ کی تیزی اور تلخی پر مبتلی ہے . دھایہ امر کہ وہ ذات کی برہمنی
 ہے . عورت تو اس لئے کہا گیا ہے کہ صرفی لحاظ سے مرچ کی جنس
 مونث ہے . برہمن عورت کے مشبہ بہ ہونے کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں .
 ظاہری حیثیت سے لال مرچ رنگ کی وجہ سے برہمنی عورتوں سے مشابہ
 ہے ' جو عموماً سرخ رنگ کی ساریاں پہنتی ہیں . باطنی لحاظ سے
 مرچ کو برہمنی کہنا اس بنا پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برہمنی اپنے
 مذہبی عقائد کی وجہ سے بہت نازک مزاج اور ایسی ہی اچھوت ہوتی
 ہے جیسی کہ لال مرچ ' کہ اسے چھوتے قدر معلوم ہوتا ہے کہ گویا کات ہی
 کھائے گی . ہمارے ہاں کی ایک پھیلی نے اس خصوصیت پر بہت زور
 دیا ہے :

لال پالکی ہری قندہی ' اس میں بیٹھی حرام زادی دندہی !

(۶۷) لال لال سوب بھی لال ' سیج پو کی پیلی دال ' اس میں
 بچہ کے جھنکارے .

[لال مرچ]

یہ بھی اوپر کی پھیلی سے مماثل ہے ؛ لیکن اس لحاظ سے اس سے
 بہتر اور زیادہ صحیح ہے کہ اس میں دانوں (دال) کو پیلا بتایا گیا ہے '
 کہ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ سیج کو اس سے کیا علاقہ ہے .

(۶۸) لال لال سوب بھی لال ' تن میں کی چولی لال . ذات کی
 بستی ' پاؤں پو پیلی دال .

[لال مرچ]

یہاں بھی سرخی پر زور دیا ہے . چہلکے کو چولی کہا ہے ، اور زلت وہی برہمن بتائی ہے .

ہمارے ہاں کی مرچ کی پھلیوں میں لباس کا بیان اور زیادہ دل کش ہے :

بن سے نکلی پیا پیاری کر دلہن کا بھیس
سوہا جوڑا اس نے پہنا ، سبز کلاہ ہمیش
اس کی ایک اور صورت یوں بھی ہے :
جنگل سے نکلی کاملی کر دلہن کا بھیس
لال جوڑا . اس نے پہنا ، سبز کلاہ ہمیش
ایک اور پھلی ہے کہ

ہری توہی لال دوشالا ، کہاں چلے اُتی کے لالا ؟
کہاں پیا پیاری اور کاملی ، اور کہاں بملی ! چائے شور ہے .
(۶۹) آہ آہ کی تھیلی میں اُو ہو کے دانے .

[لال مرچ]

یہ تصویر کا دوسرا اور زیادہ لطیف رخ ہے .
(۷۰) دیشم کی تھیلی میں ہاھر کے بیجیاں .

[لال مرچ]

فائدہ : بیج کی جمع .

(۷۱) ہری ہری ہر کی . چولی پیلنی زر کی . کیا پیلنی ؟ تاننا
ملک سارا چاہتا .

[ہری مرچ]

فائدہ : پیلنی ، (اس نے) پھلی .

لال مرچ کی لال چولی اور دیشم کی تھیلی سے پھلتا یہ زر نکار تافتم
کی چولی بہتر ہے .

(۷۲) کڈول پھول جھمکے والی . مارو نکو مہاں ، میں بچے وائی .

[لہسن]

فائدہ : مارو نکو (ن مفتوح ، واو مفتحول) مت مارو ، نہ مارو .
کڈول پھول اور چھوٹے کی تشبیہ ضرور قابل داد ہے . لہسن کے
جڑے اس کے بچے ہیں .

(۷۳) کپڑی بڈی ، پٹھہ میں لکڑی ، بادرچی خانے کا رستہ پکڑی .

[لہسن]

فائدہ : بڈی ، پٹھی ، بڑھیا .

ایک اور روایت میں ” کپڑی بڈی “ کی جگہ ” اچامی کپڑی “
(سنہید مرضی) آتا ہے .

(۷۴) پھار سے آئی گڈی . اس کے چتر میں کاری .

[لہسن]

فائدہ : چتر (چ مضموم ، ت مشدد مفتوح) چوتر . کاری ، نکا ،
نکڑی کی قندہ . اسی کو اس سے قبل کی پہیلی میں لکڑی کہا گیا ہے .
(۷۵) مسلے کے دو گھونسے ، ڈارہی کے دو بال . سر گہا کنگجال
میں ، دم نکلی بہار .

[پیاز]

فائدہ : بہار=باہر . بال سے مقفی کرنے میں یہ صورت پیدا
ہوجاتی ہے . کنگجال (ک مفتوح) ، کاٹی .

پیاز چتر ہوتی ہے ، اس لیے اسے کاٹی میں دیا ہوا (کنگجال میں)
کہا گیا ہے . ایک ہی چیز کو پہلے ڈارہی کے بالوں سے پھر دم سے تشبیہ
دی ہے . گھونسے کا سوا اس کے اور کوئی مصرف نہیں معلوم ہوتا کہ
اس میں مسلے کا قافیہ ہے .

(۷۶) ادراک کی مڑیاں میں خدرت کا پانی . جاو ہولو راجا سے آنی

ہے رانی .

[ادراک]

فائدہ : مڑیاں ، مڑی کی جمع ، چھوٹا سا کھیت . خدرت = قدرت .

اس پہیلی کو کہہ مکر کی کہنا چاہئے . کس قدر صاف مکر کہسی

تاریک کہہ مکر ہی ہے !

(۷۷) مہیں بتلی میں بتلی ، لہو سے کری جنگ . تن کو کری

تکرے ، آسٹھاں کو چڑائی رنگ .

[سپاری ، چھالیا

فائدہ : بتلی (ب مفتوح) . لہو (ل) ، حرف مرکب ، واو مشدد)

لہو . آسٹھاں = عاشقان ، عاشق کی جمع . چڑائی = چڑھائی .

بتلی سے غالباً تکرہ مفہوم ہے . لہو سے جنگ کرنے میں یہ اشارہ

ہے کہ سپاری کو سروتے سے کاٹا جانا ہے . البتہ یہ صحیح نہیں ہے کہ

سپاری شو قہین مزاج ہانکوں (عاشقان) کے ہونٹوں کو رنگ دیتی ہے

کہیں کہ رنگ دینے سے سپاری سے کوئی تعلق نہیں ہے ، بلکہ یہ کام چونے

کتھے کا اور کسی قدر خود پان کا ہے .

(۷۸) چلو سکی دی بزار کو جائیں گے ، چار چیز لائیں گے : سر سے

کے کان ، ہت نہں سو لکڑی ، پتھر کی چربی ، جہاز کا چک .

[پان ، سپاری ، چونا ، تمباکو

فائدہ : سرسا (س مفتوح) ، سرس . پتھر ، چک ، پھل .

سرس کے کان ، بغیر ہت کی لکڑی (عجیب تخیل ہے) ، پتھر کی چربی

اور درخت کے پھل سے بالترتیب پان ، سپاری ، چونا ، اور تمباکو کے کلیات

مقتصور ہیں .

ہمارے ہاں کی ایک مشہور پہیلی ہے ' جس میں پان کے بیڑے کے اجزاء کو یوں جمع کیا گیا ہے :

طوطا بگلا لوا بتیر ' ان چاروں کو لاؤ گھیر .

اے سکھی ایسا کیتم ' ان چاروں کا لہو آج ہی پینا .

ابتداء میں بالترتیب پان ' چونا ' کتھا اور سپاری کے کنایات ہیں ' اور آخر میں پان کی پیک کو ان سب کے لہو سے تعبیر کیا ہے .

(۷۶) چار بھائی چورنگ ' پھول پڑا پیک رنگ .

[پان اور پیک

پیک کو پھول کہہ کر قابل قدر حسن اور لطف پیدا کر دیا ہے .

اسی مضمون کی ہمارے ہاں کی ایک پہیلی ہے : دیکھو جادو گر کا خیال ' ڈالے سبز نکالے لال .

اہل بہار کی ایک مشہور پہیلی ہے : چار چیزیا چار رنگ ' پلجہرے میں جاکر ایک رنگ .

(۸۰) ہلی تگ ہلی ' پوچ لے کو چلی .

[مسالا پیسلا

فائدہ : ہلی تگ ہلی ' (۸ مفتوح) جب تک ہلتی رہی ہلتی رہی ' اور تھیری تو پونچھ کر پھر چل پڑی . مسالا پیسلا کی کیسی اچھی تصویر ہے .

(۸۱) ہندیری کوتھری میں بڈا بڑا تے .

[ہنغا ' حتم

فائدہ: ہلدیری، اندھیری تاریک، بڑبڑاتے (ب مفسوم، ت مفتوح) بڑبڑاتا ہے۔

حقے کو اندھیری کوٹھری کہا ہے، اور اس کی آواز کو بڑبڑانے سے تعبیر کیا ہے۔

حقے کی ایک پھیلی امیر خسرو سے منسوب کی جاتی ہے، اس میں اس "بڑبڑانے" کی ادا کو دیکھیے:

نیچے تانمیں جل بھرا، اوپر لاگی آگ

باجن لاگی تومڑی، نکسن لاگے ناگ

اسی کی ایک اور صورت بیان کی جاتی ہے:

گا گر تیری جل بھری، سر پر لاگی آگ

باجن، لاگی بانسری، نکسن لاگے ناگ

ایک اور پھیلی میں اس خیال کو یوں ادا کیا گیا ہے:

ایک گتیریا سر پر مٹکی * موہن بانسر پاسوں اٹکی

سر پر آگ برہ کی جاری * کھڑی سبھا میں دے پکاری

(۸۲) بیٹک پہاڑ تھا، اس پر بیٹک، جھاڑ تھا۔ جھاڑ میں پیک

پلنچرا تھا، اس میں دو لال تھے۔

[ہٹھا، حقہ

حقے کی کلی کو پہاڑ اور آب نے کو درخت (جھاڑ) فرض کیا ہے۔

اس درخت میں جو پلنچرا ہے وہ چلم ہے، اور اُسکے انکارے گویا لال ہیں۔

اس بیان میں دو عدد کا صحیح نہیں ہے۔ اگر چلم سی ہے تو

ممکن ہے کہ دو ہی انکاروں سے کام چل جائے ، مگر عسماً زیادہ ہی ہوتے ہیں ۔ اس ”چھار“ اور ”پنجرے“ کے تخیل کو ایک ہلکوسستانی پھیلی نے یوں نباھا ہے کہ :

اُنس گچ کا چوٹرا ، بتس گچ کی دور
پانی بہتر بنکلم چھایا ، اوپر ناچے سرور
امبر خسرو (؟) نے ایک پھیلی میں اس کو کس قدر مختصر کر دیا ہے :

اگن کلد میں گھر کھو ، چل میں کیونکس
پردے پردے جات ہے پی اپنے کے پاس
لیکن حقے کی چوٹان کی بہترین صورت جو مہری نظر سے گزری وہ یہ ہے :

اے سکھی وہ ہاتھوں آوے . کیا سکھی وہ کلگن تھا ؟
اے سکھی وہ ہونٹوں آوے . کیا سکھی وہ مسی تھی ؟
اے سکھی اس کے سر پر تاج . کیا سکھی وہ بادشاہ تھا ؟
اے سکھی اس کے سر پر کلغی . کیا سکھی وہ مور تھا ؟
اے سکھی وہ چمکتا آوے . کیا سکھی وہ بجلی تھی ؟
اے سکھی وہ گرجتا آوے . کیا سکھی وہ بادل تھا ؟
اے سکھی وہ سیجوں آوے . کیا سکھی وہ ساجن تھا ؟

کس خوبی سے حقے کی صفات اور کیفیات کو ادا کیا ہے !

(۸۳) ہری ہری ہر کی ، چولی پینی زر کی . اُٹھ سوداگر مول کر
سنا دوس گي تول کر .

یہاں بھی ہری مرچ کی پھیلی (شمار ۷۱) کی طرح ابتدائی جملہ متعص حسن صورت اور قافیے کے لیے لایا گیا ہے . اس کی طرح افیون کو بھی زر کی چولی پہنا دی گئی ہے ، جسے شاید اس لحاظ سے صحیح کہا جاسکے کہ چنپا بیگم کے عشاق کے ہاں اس کی ایسی ہی قدر ہے ، اور شاید اسی عقیدے کی نائید میں سونا تول کے دیا جا رہا ہے !

(۸۴) نارنگی نارنگی لب شکر . کھڑی سوائے خیر نہیں . بیچتا پور
میں بجلی پڑی ، شاہ کو خیر نہیں .

[افیون]

اس سے پہلے ہم جلیبی کی ایک پھیلی (شمار ۶۰) میں اسی قسم کی ابتدائے دیکھ چکے ہیں . افیون کو ” لب شکر “ یعنی شکر لب کہنا اس محبوب رنگی کے دل دادگان کے ہاں ضرور جائز ہوگا . بیچتا پور کا کوئی تعلق یہاں سمجھ میں نہیں آتا . اسے غالباً صرف اس وجہ سے لایا گیا ہے کہ بجلی (ہندی بجر अ और بجرى آفریقا) اور بیچتا پور میں ایک نوع کی صوتی مناسبت ہے .



چھٹی فصل

حیوانات اور ان کے متعلقات

(۸۵) چار تھام کھڑے تھے ، دو شے جلتے تھے ، دو پنکھے ہلتے تھے ، بیچ میں ناگ بھائی کھیلنے تھے ۔

[ہتھی ، ہاتھی

فائدہ : شے ، شمعیں ۔

چار ستون (تھام) ہاتھی کی چار ٹانگیں ہیں ، دو شمعیں آنکھیں ، دو پنکھے کان ہیں ، اور ناگ بھائی اس کی سونڈ ہے ۔

(۷۶) میاں ھو ، میاں تھو ! تمہارے شہر میں ہجام نہیں کیا ؟

[ریچھ

فائدہ : ھو ، تھو میں ء اور تھ منتخب ہیں ، پ مشدد ہے اور واو معروف ۔ تمہارے (ت مضموم) ، تمہارے ۔ ہجام ، حجام ..

ھو تھو فرضی نام ہیں ، اور اس میں شک نہیں کہ ریچھ کی وضع قطع اور اس کے بدن پر بالوں کی کثرت اور اس کی چال ڈھال کے لحاظ سے یہ نام برے نہیں ہیں ۔ بالوں کی بے طور کثرت کی طرف بعد میں اس سوال میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ” تمہارے شہر میں کیا حجام نہیں ہوتا ؟ “

(۸۷) مییک چان چوبیس تارے ، اکڑو بیچھ کو گن گن مارے ۔

[گھوڑے کے نال

گھوڑے کے سموں میں نعل لٹاے جا رہے ہیں ۔ چاند (چان) سے نعل مراد ہے ؛ اور چوبیس تارے ، جن سے واقعی اور صحیح عدد مراد

نہیں ہے ، وہ میٹھیں ہیں جو نعلوں میں جڑی جاتی ہیں ۔ نعل بند
اکڑو بیٹھ کر گن گن کر نعل اور میٹھیں لگا رہا ہے ۔

(۸۸) ارے ارے ہلنا ، تو گھوڑے سے نہلنا ۔ تو ترتر چاہیں گا ، تیرا
ترا ہلہیں گا ۔

[کتا

فائدہ : ہلنا اور نہلنا (= نلہا ، چھوٹا سا ، بچہ) ہم قافیہ ہیں ۔
ترتر (دونوں ت مضموم) ، جلدی جلدی ۔ ترا (ت مضموم ، ر مختلف) ،
طرہ ، پھلندا ۔

ہلنا محض قافیہ کے لیے ہے ۔ کتے کا پتہ نشان پہ بتایا ہے کہ گو وہ
گھوڑے کی طرح چار پایہ جانور ہے مگر اس سے چھوٹا (نہلنا) ہے ،
اور جب وہ جلدی جلدی چلتا ہے تو اس کی دم (جسے یہاں طرے سے
تشبیہ دی گئی ہے) ہلتی ہے ۔

(۸۹) آگے خر ، پیچھے کان ۔ میرا مسلا نہیں ہوچے سو حیوان ۔

[خرگوش

پہلے خر اور پیچھے (پیچھے) کان ، یعنی گوش ' سے مل کر آسانی
سے لفظ خرگوش بن جاتا ہے اور یہی پہیلی کا انتر ہے ۔
ایک ہندوستانی پہیلی بھی اسی طرح سے ہے :
آگے خر اور پیچھے کان ، جو بوجھ سو چتر سبجان ۔

(۹۰) باہر سے آیا بادشاہ ، اندر سے اُٹھیا غل ۔ بے پت کی چدر

پو بے پر گا پھول ۔

[ساپ ، سانپ

فائدہ : بے پت اور بے پر (پ منتوح) بظاہر پت (لاج ، شرم ، حیا)
اور پر کے مرکبات معلوم ہوتے ہیں ۔ لیکن غالباً حقیقت یوں ہے کہ بے پت
لفظ بہت (ب مکسور ، پ منتوح) یعنی دکھ ، مصیبت ، آفت

(سلسکرت وید ویپت ویپت اور ویپت (ویپت) کا ڈھیلا سا تلفظ ہے جس میں ب کی زیر کو یای مجہول کی طرح ادا کیا گیا ہے ؛ اور بے پر غالباً ہپر (ب مفتوح ، پ مضموم ، ہندی ہپرا वपुरा یعنی اناہم ' بے کس ' بے باپ کا ، لا وارث) ہے ، جسے بے پت کے ساتھ مقفی کرنے کے لیے بے پر بنا دیا گیا ہے .

ہمارے ملک میں بہت قدیم زمانے سے سانپ کو دیوتا اور راجا سمجھا اور مانا جاتا ہے . اس لیے اسے بادشاہ کہنا بالکل صحیح ہے . اس کے بعد بیتا کو چادر سے اور ہپرا پن کو پھول سے تشبیہ دینا اسی بادشاہ کی مناسبت سے قابل داد تکمیل ہے .

(۹۱) چال تیری چکر مکر ، دانٹاں تہرے انار کے دانے . بیٹھک تیری چکی ، مروت تیری پھکی .

[سانپ ، سانپ]

فائدہ : مکر (ک مشدد) چکر کے وزن پر ہے ، مکر ، فریب . دانٹاں ، دانٹ کی جمع ہے . پھکی (پھ مکسور ، ک مشدد) ، پھیکی . مروت (عربی) کے دکھنی تلفظ میں واو مخفف ہے ، مشدد نہیں . پھیکی مروت گویا عدم مروت ہے .

سانپ کے کندلی مار کر بیٹھنے کی حالت کو چکی سے مشابہ بتایا ہے ، اور اس کی چال کو بجرا طور پر چکر دار اور پر فریب کہا ہے .

(۹۲) لمبا تھا لنگتا تھا ، شہزادی کو کچلا تھا ، پانی میں کی پلپا رانی کو میں کب دیکھا تھا .

[سانپ بھی میٹڈک ، سانپ اور میٹڈک]

فائدہ : لنگتا (ل گ مفتوح ، پہلا نون غنہ اور دوسرا مشدد) ، لمبا سا ، لمبوتر . پلپا (پ مفتوح) ، پانی کا ، پانی کی (رانی) . میٹڈک میں ت مضموم ہے .

سبا اور لنگلا سانپ کی صفت ہے ' پلپا رانی مہلنگ کا خطاب ہے ' اور اسی کو شہزادی بھی کہا گیا ہے . شہزادی کو کچلنے کا ذکر غالباً اس حقیقت پر مبنی ہے کہ بعض بڑے بڑے سانپ مہلنگوں کو کھا جاتے ہیں .

(۹۳) تتی دیوال پو بزرگ بیتھ کو آنے جانے والیاں کو تبرک

دیتیں .

[بچھو]

فائدہ : تتی (ت مضموم ، ت مشدد) ' توٹی ہوئی . بزرگ (ب مضموم ، ز ساکن) ' بزرگ . تبرک (ت مفتوح ، مضموم) ' تبرک ' متبرک چیز . دیتیں (پہلی ی مجہول ، ت مفتوح) = دیتے ہیں . والیاں (مذکر) ' والے .

ایک بزرگ ایک پرانی توٹی ہوئی دیوار میں تشریف رکھتے ہیں ' اور آنے جانے والوں کو تبرک تقسیم کرتے ہیں . یہ بزرگ بچھو ہیں ' اور لوگوں کو دسنا ان کا تبرک ہے . اس میں شک نہیں کہ یہ بچھو کی طبیعت کی صحیح اور واقعی تصویر ہے .

نہیں عقرب نہ از پی کہیں است . مقتضای طبیعتیں این است

(۹۴) بیوی تھل تھل ' بیوی پھل پھل ! تسارے تھل میں

پانی ہے کیا ؟

[مہلنگ]

فائدہ : تھل پھل میں تھ مفتوح ہے . تھل تھل ' ڈھیلا ڈھالا ' تھیلا سا ' ڈھیلا بدن کا آدمی .

یہ وہی انداز خطاب ہے جو (بچھو) کی پہیلی (شمار ۸۶) میں

اختیار کیا گیا ہے .

سانپ اور میلڈک کی پہیلی (شمار ۹۲) میں بھی میلڈک کو موٹ قرار دیا ہے . اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مخاطب میلڈک نہیں بلکہ میلڈکی ہے .

(۹۵) گڈے کا پکارا ، اوت کی گردن ، ہتھی کی پتھک . [میلڈک فائدہ : گڈا (گ مفتوح ، د مشدد) ، گڈھا . اوت (واو معروفا) ، اونٹ . پکارا (پ مضموم) ، آواز ، بولنے کا طریقہ .

میلڈک کی صفات کا ذکر ہے . ہمارے ہاں کی ایک پہیلی میں میلڈک کی صفات کا ذکر یوں ہے کہ :

اونٹ کی پتھک ، ہرن کی چال . وہ کرن جلاور جس کے دم نہ بال .

(۹۶) پھک شیشے میں دو رنگ .

[انداز

دو رنگوں سے اندے کی زردی اور سفیدی مراد ہے .

(۹۷) ابرک کی مڑی میں خدرت کا پانی . بادشا ، جاو رانی

آتی ہے .

[انداز

اس سے پہلے ، ادرک کی پہیلی (شمار ۷۶) میں بھی قریب قریب یہی الفاظ آچکے ہیں . اس میں شبہ نہیں کہ اندے کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لیے ” ادرک کی مڑی “ سے ” ابرک کی “ مڑی بہتر ہے . اندے کے چھلکے کو باریکی اور سفیدی کے لحاظ سے ابرک سے تشبیہ دینا نامناسب نہیں ہے . اور اُس کے اندر کا پانی بھی قدرت (خدرت) کا پانی ہے . لیکن بادشاہ اور رانی کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہے .

(۹۸) 'آو سیلی' بازار کو جائیں گے، 'بیک شیشی' میں دو رنگ لائیں گے۔

[انداز]

فائدہ: سیلی (س مفتوح) 'سہیلی'۔

اوپر کی پھیلی (شمار ۹۹) میں اور اس میں صرف یہ فرق ہے کہ یہاں بازار جاکر ایک شیشی میں دو رنگ لانے کا ذکر ہے۔ مضمون وہی ہے۔ (۹۹) سنا ہے سنار نہیں، روپا ہے دلال نہیں، گنبد ہے دروازہ نہیں، بوجی 'بوجن' ہار نہیں۔

[انداز]

فائدہ: آخری جملے کے یہ معنی ہیں کہ میں تو اس پھیلی کو 'بوجھ چکی ہوں' مگر افسوس یہ ہے کہ اور کوئی 'بوجھنے والا' نہیں ملتا۔ مراد یہ ہے کہ اس پھیلی کا بوجھنا آسان نہیں ہے۔

ہمارے ہاں کی ایک نہایت مشہور پھیلی کے الفاظ بھی یہی ہیں: سوتا ہے سنار نہیں، روپا ہے دلال نہیں، گنبد ہے دروازہ نہیں، پھیلی ہے بوجھن ہار نہیں۔

(۱۰۰) 'چلو بھائی' بازار کو جائیں گے، 'دیت' نہیں سو بیلنگن لائیں گے۔

[انداز]

فائدہ: 'دیت' (ی معجھول) 'دنتھل'، پھل کے اوپر کی دندنی۔ بیلنگن کی بیٹھوسوں شکل سے فائدہ اٹھا کر اندے کو بیلنگن کہا ہے۔ بیلنگن کے ساتھ عموماً ایک دنتھل ضرور لگا ہوتا ہے، جو اندے میں نہیں ہوتا ہے۔

(۱۰۱) 'گوہں پکتا تھا'، 'چمرا سکتا تھا'، 'بکرا چرتا تھا'۔

[انداز ہی بچا، انداز اور بچہ]

فائدہ: گرہں (واو متجہول) 'گوشت' سکتا (س مکشور) تھا 'سینکا
جا رہا تھا۔

اس پہیلی میں اندے کے اندر حرارت شریزی کے ذریعے پک کر
بچے کے تیار ہونے کا بیان ہے۔

(۱۰۲) جہاز پو بیٹھا مرفی کاٹا 'دیکھا سارا گاؤں' میرے سر کی
خسب نہیں کھاتا 'تیرے سر پر میرے دو پاؤں۔

[چیل

فائدہ: خسب (خ اور س منکوح) 'قسم' سوگند۔ دکھلی متحاورے
کے لحاظ سے آخری جملے میں لفظ پر کی جگہ حرف جر پو (واو متجہول)
ہونا چاہیے تھا 'جہاں کہ پہلے جملے میں ہے۔ لیکن چون کہ اس سے کچھ
اور معنی (یعنی پرندے کے جسم کا ایک حصہ) مقصود ہے 'اس لیے بطور
ایہام اور تخیلیس کے پو کی جگہ پر کہا۔ اسی طرح آخری لفظ پاؤں نہیں
بلکہ صحیح دکھلی جمع پاواں ہونا چاہیے تھا۔ مگر گاؤں سے قافیہ ملانے کے
لیے پاؤں کہا۔

چیل شکاری پرند ہے 'اس لیے اسے مرفی کاٹا یعنی مرفی کا
شکاری کہہ کر 'گویا شکار کی تاک میں' درخت پر بیٹھا دیا۔ عام تجربہ
ہے کہ چیل 'مرفی' بطبع 'کیوتر و شہرہ پالتو پرندوں کے چوڑوں کی دشمن
ہوتی ہے؛ اور جب اسے موقع ملتا ہے ایک دم سے ان پر چھپکتی اور پکڑ کر
لے جاتی ہے۔ اس کا اظہار یہاں یوں کیا ہے کہ اس بات کو سارے گاؤں نے
دیکھا ہے 'یعنی سب جانتے ہیں۔ آخری جملے کے تین لفظ 'یعنی سر' پر
اور پاؤں سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ پہیلی کسی پرندے کی ہے۔ کہنے والا اپنے
(میرے) سر کی قسم نہیں کھانا چاہتا۔ "میرے" کے مقابلے میں "تیرے"

لاکر سہلے والے کو الجھن میں ڈال دیا گیا ہے ، گو بچارے سنگے والے کے سر پر
 درنوں پاؤں رکھ دینا انسانیت اور تہذیب سے بعید ہے !
 ہمارے ہاں متحضر ” پرنڈ “ کے مفہوم کو مد نظر رکھ کر ایک پہیلی
 کہی جاتی ہے ، جو بچوں میں بہت عام ہے . سادگی اور اختصار داد کے
 قابل ہے :

ایک جانور (یا جناور) ایسا دیکھا ، جس کے سر پر پیر .
 (۱۰۳) یہیگ جناور ایسا ، اس کی دم میں لکھا پیسا .
 [مرور]

فائدہ : لکھا = لگا ، لگا ہوا .

مرور کی دم کے پوروں کے نشانوں کو عموماً پیسے ہی سے تشبیہ دی
 جاتی ہے . مرور کئی پہیلی ہمارے بھی یہاں اسی طرح کہی جاتی ہے :
 ایک جناور ایسا ، اس کی دم پر پیسا .
 (۱۰۴) اوپر سے ہمارے ماموں آئے ، کان کان کے اخبار لائے .
 [کوا]

فائدہ : اوپر (الف مضموم ، پ مشدد مفتوح) ، اوپر . کان کان = کہاں
 کہاں . اخبار (خبر کی جمع) ، خبریں .
 بچوں کے عرف میں کوئے کا نام ماموں اور کالے ماموں ہے . عام
 عقیدہ ہے کہ کوا مہمان کے آنے کی خبر لاتا ہے . اس لیے کہا ہے کہ وہ جگہ
 جگہ کی (کان کان کے) خبریں لاتا ہے . کان کان میں توریہ ہے : اسم ظرف
 اور اسم صوت (کوئے کے بولنے کی آواز کی نقل) دونوں معنی اس میں
 جمع ہیں .

سید انشاء نے ریختی میں مستزاد در مستزاد میں ایک ”نسبتی“
 پہیلی لکھی ہے ، جس میں کوئے کی شکل اور اس کی مختصری کی صفت
 یوں بیان کی ہے :

وہ کون جسے یوں سے ادھر دیکھو تو چلو [۱]—

دھیڑ [۲] نہ وہ الو، آگے ہی سے آکر

گھر والے کے آنے کی خبر ہے وہ سناتا۔

مست بھول درائی، کوا اری جانی!

(۱۰۵) جھاڑ پو مرغ پکائے، کھایا سارا گاؤں۔ خسم خدا کی، کوئی

نہیں کھائے، سر پر دو پاؤں۔ [مرغ]

فائدہ: مرغ میں ر مفتوح ہے۔

یہاں پہیلی نمبر ۱۰۲ کی طرح آخری جملے میں لفظ پر میں توریہ

اور تجلیہ سے کر کے پرندے کا ذکر کیا ہے۔ چوں کہ شروع میں مرغ کا

ذکر ہے، اس لیے مسلم ہے کہ مرغ ہی اس پہیلی کی بوجھ ہے۔

مرغ کی ایک بہاری پہیلی بھی تقریباً ان ہی الفاظ میں ہے:

جھاڑ پر مرغ پکایا، دیکھے سارا گاؤں

امیر خسرو یوں کہیں، سر پر دو پاؤں

[امیر خسرو کے نام کو پہیلیوں، کہہ مکاریوں، انملوں، نسبتوں

وفیرہ سے کچھ ایسی نسبت ہو گئی ہے کہ اسے جا و بے جا ہر جگہ داخل

کردیا جاتا ہے؛ ورنہ یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ پہیلی امیر خسرو کی نہیں

ہے۔]

(۱۰۶) روپے کا سندھ، سٹے کے خانے، نکلیں گے مولے، کھیلیں گے

پہخانے۔

[مرغی کے چوزے]

[۱] اس مصرعے کے الفاظ کی صحت میں مجھے شبہ ہے۔ میں نے کلیات انشا کے

تین نسخے دیکھے، سب میں اسی طرح پایا۔

[۲] دھیڑ، ارد دھیڑی کوا، کرے کی اور تسمیں ہیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے

کہ دھیڑ ایک اور پرندے کا نام ہے۔ یہاں انشا کے قزل سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ : سندھ (س مضموم ، د مفتوح یا مضموم) ، صندوق .
چاندنی (روپے) کا صندوق اتنا ہے ، اور اس میں سونے (سنے) کے
خانے اس کی زرہی (؟) ہے . چوزوں کو معمول سے تشبیہ دی گئی ہے ،
اور آخری جملے میں ان کی مشہور و معروف فلیظ عادت کا ذکر ہے .
(۱۰۷) پھک چنار پرندہ پوش ، اندر چمڑا اپر گوش .

[موشی کی پتھری

فائدہ : پوش اور گوش (گوشت) کا قافیہ قابل ملاحظہ ہے .
پتھری میں گوشت جان نہیں ہوتی ، مگر اسے جانور کہا گیا ہے .
بے جان کو اس طرح جان دار بنانا ہمارے ہاں کی پہیلیوں میں
بھی عام ہے .

ایک بہاری پہیلی میں بھی یہ مضمون اسی طرح ادا ہوا ہے :

ایک بچھول بوجھو دوست : اوپر چمڑا ، نیچے گوشت

(۱۰۸) ہریا ڈغلا ، لال لغام . بولو بیٹا خاں تہیں تہیں تہیں .

[نوتا

فائدہ : ہریا (ہ مفتوح) ، ہرا ، سبز . ڈغلا (د مفتوح) ، ڈگلا ،
دنگم . لغام ، لکام . تہیں (ی معروف) ، توتے کے بولنے کی آواز .

پہلے جملے میں توتے کا رنگ بتایا ہے . دوسرے میں اسے بیٹا خاں
کہہ کر خطاب کیا ہے ، اور اس کی بولی کی نقل کی ہے . اس نقل صوت
کی وجہ سے پہیلی کا بوجھلنا آسان ہو جاتا ہے .

امیر خسرو کی ایک پہیلی میں توتے کی تعریف یوں ہے :

سبز رنگ اور ملہ، پر لالی ، اس پیتم کی، کنتھی کالی .

بھاو سبھاو جنگل میں ہوتا . اے سکھی ساجن، ناسکھی توتا !

اسی کو امیر نے یوں بھی ادا کیا ہے :

اتنی سونگ ہے رنگ رنگیلو ، اور گن و نت ، بہت چٹکیلو .

دام بھجن بن کبھو نہ سوتا . اے سکھی ساجن ، نا سکھی توتا !

اسی رنگ میں امیر کی ایک اور پھیلی قابل داد ہے ، جس میں

توتے کی اور صفات کا بیان ہے :

گھر آویں مکھ پھیر دھریں . دیں دھائی ، من کو ہریں ،

کبھو کرت ہیں میٹھے بہن ، کبھو کرت ہیں روکھے نین .

اپسا جگ میں کوڑ ہوتا ؟ اے سکھی ساجن ، نا سکھی توتا !

(۱۰۹) ایک جناور عجائب دیدم : پای خرو دم مار و چشم

آہو ، فیل گردن .

[تدا]

یہ پھیلی گویا فارسی زبان میں ہے . لطف یہ ہے کہ بچے اور

جاہل صورتیں بھی اسے بڑی خوبی کے ساتھ اضافتوں سمیت ادا کرتے ہیں .

جو کچھ رت لیا جائے ادا ہو جاتا ہے . شروع سے آخر تک تدا کی ہیئت

کذا ئی بیان کی گئی ہے .

(۱۱۰) دیوال میں کی بیٹی .

[تمبی ، تادی]

فائدہ : تمبی (ت مضموم) ، تادی ، تیزی .

اس سے قبل ہم میخ کی پھیلی (شمار ۴۶) میں بھی یہی اسلوب

دیکھ چکے ہیں . وہاں ظرف ” میں “ اور ” خاں “ کو ملا کر تجلیس

زاید کی صورت پیدا کر کے بڑی خوبی کے ساتھ دیوار (دیوال) اور میخ کا

تعلق ثابت کیا ہے . یہاں تادی کو اس کے دھنیے کی جگہ کی رعایت سے

دیوال کی بیٹی کہا ہے .

(۱۱۱) پہاڑ پوسٹنکل ۔

[مکھڑی بی جالا ، مکھڑی اور جالا

فائدہ : سنکل (س ک منتدوح) ، زنجیر ۔

دیوار ، چھت وغیرہ کو پہاڑ سے ، اور جالے کو زنجیر سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ پہاڑ کے تختیل کا استعمال ہم اس سے پہلے کوئلے (شمار ۳۱) اور حقے (شمار ۸۲) کی پھیلیوں میں بھی دیکھ چکے ہیں ۔

(۱۱۲) چلو ، سکھی دی بزار کو جائیں گے ۔ جھلملی سیلا لائیں گے :

درزی سی نہیں سکتا ، دھوبی دھو نہیں سکتا ، بادشاہ پہن نہیں سکتا ۔
[مکھڑی کا جالا

فائدہ : سکھی (سی مضموم) ، سکھی ، سہیلی ، بزار (ب منتدوح) ، بازار ، جھلملی (جھ م مکسور) ، باریک ، چالی دار ، چمک دار ، نفیس و نازک (کپڑا) ، سیلا (ی متجہول) ، کپڑا ، باریک نازک کپڑا ، پیلندا (ی متجہول) ، پیلندا ؛ پہن نہیں سکتا ، پہن نہیں سکتا ۔

مکھڑی کے جالے کی صفات کھسی صحت کے ساتھ بیان کی ہیں ۔ چوں کہ سیلا جھلملی کا ہے ، اس لیے اس کے پہن نہ سکنے کی طائنت کو بادشاہ سے منسوب کیا ہے ۔ ایسا نفیس جھلملی سیلا بادشاہوں کے قابل ہے ، مگر افسوس کہ اسے بادشاہ بھی نہیں پہن سکتا ۔

اس پھیلی کی ایک اور صورت بھی ہے ، جس میں ” جھلملی سیلا “ کی جگہ ” جھلک ملک کا سیلا “ کہا جاتا ہے ۔ معنی دونوں صورتوں میں ایک ہی ہیں ۔ جھلک ملک میں جھ ‘ ل ‘ م ‘ ل ‘ منتدوح ہیں ۔ (۱۱۳) آر سی انگن ، فارسی گڑبھا ، گائی تو گئی ، دودھ تو مٹھا ۔
[مہال

فائدہ: گتھی (گ مکسور ، د مشدد ، بی معروف) تھنگلی ،
چھوٹے سے قد کی . مٹھا (م مکسور ، قہ مشدد) ، مٹھتا .

اُرسی فارسی محض قافیہ کے لیے ہیں ، اور کوئی معنی نہیں
دکھتے . آنگن (انگن) اور تالاب (گلتھا) سے مہال کی وسعت اور شہد سے
پُر ہونے کا اظہار مقصود ہے . تھنگلی سی گالے (کاٹی) شہد کی مکھی ہے ، اور
اس کا مٹھتا دودہ شہد ہے . آنگن اور تالاب کا ذکر شاید اس لیے بھی ضروری
سمجھا گیا ہو کہ اس گالے کے دھنے اور پانی پینے کی جگہ بھی چاہیے .
تالاب سے فہمناً یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں پانی (یعنی شہد)
بکثرت موجود ہے . امیر خسرو کی ایک پھیلی ہے :

ایک ملندر کے سپسر در ، ہر در میں تریا کا گھر .
بہچ میں وا کے امرت تال ! بوجھ ہے اس کی بڑی محال !

ہمارے ہاں کی ایک پھیلی میں اسی مضمون کو ایک اور طرح
ادا کیا گیا ہے :

ایک ملندھی اور جوگی ساتھ . سب کا نیارا نیارا تھاتھ .
اندر چور جو آگے لگے ، جوگی ہیں بچا کے بھاگے !
(۱۱۴) باہر سے آے لہو ، دوکھا دئے چتر کھلو .

[مکھی]

فائدہ: لہو (پہلا ل مفتوح ، دوسرا مشدد ، وا معروف) ، فرضی
نام . دوکھا (وا مجہول) ، دھوکا . چتر کھلو (کھ مضموم ، ل مشدد ،
وا معروف) ، جس کا چوتڑ کھلا ہوا ہے ، ننگا .

مکھی کو ایک فرضی نام دے کر اس کی برہنگی کا ذکر دیا ہے .
اور کسی طرح کا ابا پتا نہیں دیا . تاریک سی پھیلی ہے .

سید انسا کے ہاں مکھی کئی پہیلی یوں ہے :

پہارسی التو کوکر ہووے . کوڑ نہیں جو وا کو کھووے .
 یتہ کم التی ، سیدھی بہت . ہے یتہ پہیلی ایک اچھت .
 دیکھو آہ کے جہاز سمہت . سب کچھ نلگا پھتہ کہ پھت .
 ترکے وا کے سیس لالت ؛ گہلے انچھر لیوے چات .

[فارسی لفظ ”مکس“ کو التلی سے ”سگم“=میرا کتا (کوکر) ہو جاتا ہے . اس کے سر میں ماتھا (لالت) تھوٹا (ترکا) سا ہوتا ہے ، اور وہ لکھے ہوئے گہلے حرفوں کو چات لیتی ہے .]

(۱۱۵) کالا ہے ، کوا نہیں . سو بڑا ، ہتھی نہیں . کمر پتلی ، شرزا نہیں . جہاز چرتا ، باندرا نہیں .

[مکھوڑا ، چھوٹا

فائدہ : کمر (ک مفتوح ، م مشدد مفتوح) ، کمر . شرزا (ش مفتوح) ، شرزہ (دکھلی میں) تھلدوا ، جنگلی بلاؤ .

شروع سے آخر تک چھوٹتے کی صفات بیان کی گئی ہیں . وہ کالا ہے مگر کوا نہیں ہے ؛ اس کا سر بڑا ہے ، مگر وہ ہاتھی نہیں ہے ؛ کمر پتلی سی ہے ، مگر وہ تھلدوا نہیں ہے ؛ وہ درخت پر بھی چڑھتا (چرتا) ہے ، مگر بندر (باندرا) نہیں ہے .

ہماری ایک ہندستانی پہیلی میں چھوٹتے کے حلیے کے ساتھ

اس کی تھوڑی سی عمر کئی خصوصیت کو بھی جمع کیا گیا ہے :

شیام برن ، کت پاتلی ، رکت نہ وا کے بھیج .

برسوں کا سامان کرے ، اور برسوں آوے میچ !

(۱۱۶) دتی بھر سا پیہت ، کھا گئی سارا کھیت . اس پیہت پو مائی
پڑو ، کھا گئی سارا کھپ .

[دیوک ، دیمک]

بالکل صاف پہیلی ہے . چوں کہ وہ کھیت کا کھیت کھا جاتی ہے ،
اس لہے دوسرے جملے میں اس کے پیہت ہی کو کوسا کھا ہے کہ اس کا
پیہت مٹی میں مل جائے ، فارت ہو جائے . اس کو سارے میں یہ بھی خوبی
ہے کہ دیمک کا گھر بھی بالکل مٹی ہی کا ہوتا ہے .

(۱۱۷) اتی سی بٹیاں ، چٹکی سا پیہت . اجاز پیہت پو مائی پڑو ،
کھا گئی سارا کھیت .

[دیوک]

فائدہ : اتی سی (الف مفتوح ، ت مشدد) ، زرا سی ، نلہی سی .
بٹیاں (ب مکسور) ، بٹیا ، بھٹی .

اس پہیلی کا بھی بالکل وہی مضمون ہے جو اس سے قبل کی
پہیلی کا ہے . یہاں اجاز کہہ کر بددعا کو اور زیادہ سخت اور سنگین
کر دیا ہے . محض ”اجاز“ اور ”اجاز ہو جاؤ“ دکھلی عورتوں کے متکارے
میں ویسے ہی استعمال ہوتا ہے جیسے ہمارے ہاں کی عورتیں
”اجڑو“ کہا کرتی ہیں .

(۱۱۸) اتر تلے پھتر ، پھتر تلے پیسا . بن پانی کے متکل بنایا ، وہ
کاری گر کیسا !

[دیوک]

فائدہ : اتر میں الف مفتوح اور ت مشدد ہے . یہ اور پھتر
(=پھتر) ہم وزن ہیں . تلے (ت مفتوح ، ل مشدد ، ی مجہول) ،
تلے ، نیچے .

پہلے جملے میں محض ثانیہ پیمائی ہے . ممکن ہے کہ اس سے یہ دکھانا بھی منظور ہو کہ دیمک کو فن تعمیر میں کھسا کچھ کمال حاصل ہے . دوسرے جملے میں بھی دیمک کی اس خصوصیت کا ذکر ہے ، اور اس پر بجا طور پر تعجب ظاہر کیا گیا ہے .

(۱۱۹) یہک مسجد ، دو خانے ، یار آتوں پٹنی کھانے .

[مچھر]

فائدہ : آتیں (ت مفتوح) ' آتے ہیں .

مسجد اور اس کے دو خانے سے ناک اور دو نٹھے مراد ہیں . دوسرے جملے میں جن یاروں کا ذکر ہے کہ آتے ہیں اور پٹنی جاتے ہیں ، وہ مچھر ہیں . یہ مسجد میں نہیں آتا کہ مچھروں کو ناک سے کہا تعلق ہے . حقیقت یہ ہے کہ وہ جسم کے اور حصوں پر بیٹھنے کے علاوہ کانوں کے پاس آکر اکثر بھنبھلاتے ہیں ، اور اپنے پروں کی آواز سے سہما دیا کرتے ہیں . اس سے قبل ایک اور پہیلی (شمار ۲۱) گزر چکی ہے ، جس کا انتر ناک کا ریٹھ ہے ، مگر الفاظ وہاں بھی یہی ہیں .

ہمارے ہاں کی ایک پہیلی میں مچھر کا تخیل ملاحظہ ہو :

کمر پتلی ، پر سہاونے ؛ کہیں گئے ہوں گے بیوں بجارنے .

امیر خسرو نے مچھر کی ایک پہیلی یوں کہی ہے :

جب مورے ملدر ماں آوے سوتے مچھ کو آن جگاوے

پڑھت پھرت وہ برے کے اچھر اے سکھی ساچن؟ نا سکھی مچھر .

(۱۲۰) انگلی سے کھت کھت کرو ، انگلی سے انگلی ملو .

[کھٹل]

فائدہ : انگلی (الف مفتوح) ' انگلی .

حقیقت میں یہ ایک گونگی پھیلی ہے ، جس کے لیے اشارے بنائے گئے ہیں ۔ کہت (کہ، مفتوح) کرو ، اور ملو (م مفتوح) کہنے سے کہت + مل بن جاتا ہے ، اور اس سے کہہ مکرہ کی شان بھی پیدا ہو جاتی ہے ۔

(۱۲۱) کالی تھی کچلوٹی تھی ، کالے بن میں سوتی تھی ، لال
شروا پیتتی تھی ، سرائی اندے دیتی تھی ۔
فائدہ : سرائی (س مضموم) ، صراحی ۔

جوں کالی ہوتی ہے ؛ کالے بن یعنی سر میں دھتی ہے ؛ لال شروا یعنی
خون پیتتی ہے ؛ صراحی کی شکل کے اندے دیتی ہے ۔

اس کی ایک اور روایت میں آخری جملہ یوں ہے کہ ”اچلے
اندے ہگنی تھی“۔

ہمارے ہاں کی ایک پھیلی میں بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں ،
مگر اندوں کا ذکر نہیں ہے :

کالی تھی کچلوٹی تھی ، کالے بن میں دھتی تھی ، لال پانی
پیتتی تھی ۔

ایک اور مشہور اور لطیف پھیلی ہے کہ

سردھلے سے چور چلا ، کان پور میں شور پڑا ، ہستنا پور میں پکڑا
گیا ، نرج پور میں مارا گیا ۔

اس میں سردھلہ ، کان پور ، ہستنا پور اور نوح پور سب مقامات
کے نام ہیں ، جن سے تواریخ کے طور پر بالترتیب سر ، کان ، ہاتھ اور ناخن
مراد ہیں ۔

(۱۲۲) بییک جمار ہر ، دو کبھی نہ موچا پر ۔

فائدہ : موچلا (واو معروف) ' بلد کرنا ؛ موچا = اس نے بلد کیا ، لفظ ہر یہاں محض پر (پ مفتوح) سے تک ملانے کے لئے لایا گیا ہے . (دیکھو شمار ۳ و ۸۳) . وو (واو مجہول) ' وہ . پٹنگے کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ کبھی اپنے پروں کو سمیٹ کر نہیں ہٹھکتا .

ساتویں فصل

نباتات ' ترکاریاں ' پھل ' پھول و فہرہ

(۲۱۳) جہاز تو جھکڑ ' پھول تو پھکڑ ' نام تو کیکر خاں . ہر جنگل میں بیس بیسے ' یہ تماشا کال ؟

[جہاز ' درخت]

فائدہ : کال . کہاں . بیس میں ی مجہول ہے . جھکڑ اور پھکڑ ہم قافیہ اور مہمل النماظ ہیں ' کیکر ' یعنی ببول ' کے نام سے درخت کا ایک فرضی نام بنا لیا گیا ہے ' لفظ بیس غالباً فارسی ہیں (بہت ' زیادہ) ہے . ہر جنگل میں بہت سے درخت ہوتے ہیں . پہلے جملے کے النماظ وہی ہیں جو دروازے کی پہیلی (شمار ۲۳) میں آچکے ہیں . فطیمت ہے کہ دوسرا ہی جملہ مختلف ہے . امیر خسرو نے اس سے اچھا پتہ دیا ہے :
دوارے مہرے کھڑا رہے * دھوپ چہاں سب سر پر سہے
جب دیکھوں مہرے جاوے بھوکہ * اے سکھی ساجن ؟ نا سکھی روکھ !
(۲۱۴) جنگل میں کھڑے ہیں ونکت رام : سر یو چھتری ایکچ

تنگ .

[تاز کا جہاز]

فائدہ : ایکچ (ی مجہول ' ک مکسور) ایک + چ ' ایک ہی . ونکت رام درخت کا فرضی نام رکھ دیا گیا ہے . دوسرے جملے میں تاز کی ہیئت کڈائی کا بیان ہے .

محمد امین چریا کوٹی نے کتاب جواہر خسروی (ص ۱۹۰)
میں سید حسین شاعر کی تاز کی ایک پیمیلی نقل کی ہے ، جو تاز کی
نہایت لطیف تصویر ہے :

یتال کواں اکس پانی یہ پنہاری میں پہچانی
سر پر ہاتھ کمر پر گھڑا اے پنہاری کیسے پھرا ؟
(۱۲۵) بور کا چھار ، بارے کا دھڑ۔

[تاز کا چھار]

گلچے سے سر (بور کا) کا ایگ درخت ہے ، جس کا دھڑ ہوا (بارے)
کا بلدا ہوا ہے ، یعنی پتلا سا ہے ۔

(۱۲۶) ہوا تھلا ، سیاہ جامہ بدن میں ۔ لو خوشی کر لو ، آئیں
انجمن میں ۔

[تاز چکا ، تاز پھل]

فائدہ : آئیں = آتے ہیں ۔ تاز چکا میں چ مفتوح اور ک مشدد ہے ۔
بہت سے بچے (یا لوگ باگ) جمع ہوں ، اور تاز چکا لایا گیا ہے ۔ ایسی
لڈیڈ اور عزیز چیز کے آنے پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے ۔
(۱۲۷) دھڑ تیرے ہلچے میں ، جھٹاں تیرے دانتوں میں ۔

[تاز چکا]

فائدہ : ہلچ (ہ مفتوح ، ل مشدد مفتوح) ، حلق ۔ جھٹاں (چھ
مفتوح ، ن مشدد) ، جھلجھلہٹ ۔

تاز چکے کو کھانے کے احساس کا اظہار کیا جا رہا ہے ۔ اسے مخاطب
کر کے کہا جا رہا ہے کہ تیرا دھڑ ہمارے حلق میں ہے ، اور تھری
جھلجھلہٹ ہمارے دانتوں میں محسوس ہو رہی ہے ۔ دوسرے جیسے

کی صحت میں مجھے شبہ ہے ، کہوں کہ تازچکا کھاتے ہوئے دانتوں میں ایسی کیفیت محسوس نہیں ہوا کرتی ۔
(۱۲۸) اپر سے گریبا بغداد بچہ ، موں لال ، کلیچے پال ۔

[تاز چکا]

فائدہ : گریبا=گرا ، بغداد (ب مضموم) ، چہرا ، باردچی یا قصائی کی چھری ، بغداد بچہ ، خونی رنگ کا ، لال رنگ کا بچہ ، موں (واو معروف)=مذہ ۔

تاز چکے کی ہیئت کڈائی ہے ، چوں کہ تاز میں سے گرتا ہے اس لیے اوپر (اپر) سے گرا کہا گیا ہے ۔
(۱۲۹) کالی شرائی میں تیلوں ۔

[تاز چکا]

فائدہ : شرائی (ہ مفتوح) ، شرعی وضع کا پاجامہ ، پاجامہ ، تاز چکے کے باہر کا خول سیاہ رنگ کا ہوتا ہے ، اس لیے اسے اس طرح ظاہر کیا گیا ہے ۔

(۱۳۰) اسلتا مسلتا ، ہات میں لیے تو پھسلتا ۔

[منجیل]

اسلتا مسلتا میں الف س ، م س مفتوح ہیں ، منجیل (م مضموم ، ج مفتوح) ، تاز پھل کے اندر سے ایک لعاب دار تکیا سی نکلتی ہے ، جو مزے میں پھپکی مگر سوندھی ہوتی ہے ، لعاب دار ہونے کی وجہ سے ہاتھ میں لینے سے پھسلتی ہے ۔

یہ مسلا منجیل اور صابن دونوں کے لیے مشترک ہے ۔

(۱۳۱) خون بھرک کو سموسے ، اس میں چتھنا گھی ، بھائی

جاتیں بات کو ، ان میں میرا جی ،

[منجیل]

خون (واو معروف) ، خوان . بھرک کو = بھر کر ، بھرا ہوا .
چتپتانا میں سچ اور پ دوتوں مفتوح ہیں ، چت پتانا ہوا ، کوکڑانا ہوا
گھی . بات ، راستہ .

منجیل کو سموسے سے اور اس کے اندر کے عرق کو گھی سے تشبیہ
دی ہے . بھائی سفر کو جارہے ہیں . کھلے والے کا جی غالباً ان میں
اس لیے پڑا ہے کہ وہ منجیل جیسی نعمت سے محروم رہ جائیں گے .

(۱۳۲) پھک جلاور ہر . اس کے ہڈاں کھر . کھائے لوگ ، گلی شہر .

[گنا

فائدہ : ہڈاں ، ہڈ (دہشدد) کی جمع ، ہڈیاں . ہر اور کھر ،
برائے قافیہ : ہر سے ہڑا ، اور کھر سے صوتی مناسبت سے خشک کے معنی
ہوسکتے ہیں . گلی (گ مفہوم ، ل مشدد) ، پھوکت ، چوسنے کے بعد
بے دس کے ریشے . شہر (ش مفتوح ، ہر اور کھر کا قافیہ) ، پھیلنے کی
سرسراہٹ کی آواز کی نقل .

ایک ہری سی چیڑ ہے ، جس کی ہڈیاں خشک سی دکھائی
دیتی ہیں . لوگ اسے تو کھا لیتے ہیں اور پھوکت کو سر سے پھینک دیتے
ہیں . کھا خوب صفت بیان ہوئی ہے !

(۱۳۳) بھائی تم کو بن میں دیکھیا ، بن میں تمہیں اور تھے .

بھائی تم کو بلتے دیکھیا ، بلتے میں تمہیں چور تھے . بھائی تم کو گل
میں دیکھیا ، گل میں تمہیں مور تھے .

[گنا

فائدہ : تمہیں (ت مکسور ، ی مجہول) ، تمہیں ، تم کو . پہلے چلے
کے آخر میں لفظ اور (= کچھ اور ہی) کا استعمال دکھائی محاورے سے
ہٹا ہوا اور تھیٹھم ہندوستانی ہے .

یہ سب گلے کی مختلف حالتوں کی تصویریں ہیں . جنگل (بن) میں کچھ اور صورت ہوتی ہے ؛ جب پکڑے پر آتا ہے (بلتے ، بندے میں) تو دس پیدا ہو جاتا ہے — اسی لیے چور کہا گیا ؛ اور تیار ہو جانے پر آخر میں بڑے بڑے پتے نکالتا ہے ، جس میں مور کی دم کی شباهت آ جاتی ہے .

(۱۳۴) پیک چھاڑ تھا ، اس کا نام شیخ مدار تھا . دلی حرام تھی ، شروا حلال تھا .

[گلا

فائدہ : دلی (د مفتوح ، ل مشدد) ، گوشت کی بوتلی ، ٹکڑا . شیخ مدار فرضی نام رکھا گیا ہے . گلدیری کو بوتلی ، اور دس کو شوربا (شروا) کہا ہے . گلدیری چوسنے کے بعد پھینک دی جاتی ہے اور کھائی نہیں جاسکتی ، اس لیے اسے حرام تصور کیا ہے . گلے کی ایک پھیلی ہمارے ہاں بھی اسی طرح کہی جاتی ہے : ایک جانور ار ، اس کی گدھی میں دو پر ، اس کا شوربا ہے حلال ، اس کی بوتلی ہے مردار .

شکل کے لحاظ سے گلے کی ایک پھیلی کہی جاتی ہے ، جو بہت عام اور بچوں کو بہت عزیز ہے :

لغہ ، پکڑ زہ ، کچھ ، شہریلی کچھ ، لذت ، کرے غتم غتم غتم . (آخری الفاظ میں پھلی دونوں ت مشدد ہیں) .

ایک اور پھیلی ہے :

زلف میں الجھا ہوا ہوں ، پاؤں میں زنجیر ہے .

گانتھ کا پورا ہوا ہوں ، قتل کی تدبیر ہے !

اس میں زلف ، زنجیر ، گانتھ اور پورا قابل غور ہیں .

اس سے بھی اچھی اور اس سے زیادہ معروف یہ ہے :

آنکھ لگتے ہی جان کھو بیٹھے ،

جان شیریں سے ہاتھ دھو بیٹھے .

کپڑے چھینٹیں گے پوست نوچیں گے ،

دشمن جان خون پی لیں گے .

آنکھ ، جان شیریں ، کپڑے پوست اور خون کس خوبی سے لے گئے
ہوں .

اسی نوع کی ایک اور پہیلی یوں ہے :

بالے پن میں آنکھ لگی اور دل مہرا لٹچایا .

گانتھ کا پورا آنکھ کا اندھا ، ایسا سپاں پایا .

گئے کو ” گانتھ کا پورا ، آنکھ کا اندھا کہنا “ کیسی بلمدد پایہ
بلاغت ہے !

(۱۳۵) اتنا نہ پتا ، تو کس گلی میں رہتا ؟ یتیم کا پانی پی لے کو
پتہاں میں چھپتا .

[بینکن]

فائدہ : اتنا پتا (الف پ مفتوح ، ت مشدد) ، اتنا پتا ، پتا نشان .
گلی (گ مفتوح ، ل مشدد) ، گلی ، کوچہ . دھتا (دھ حرف مرکب
مفتوح ، ت مشدد) ، دھتا . یتیم (ی مفتوح ، ت مشدد مفتوح) ،
دھیکلی . پی لے کو = پی کر . چھپتا (چھ مفتوح) ، چھپتا ، چھپا دھتا
ہوں .

بینکن عموماً اپنے پودوں کے اندر گانتے دار پتوں کے پیچھے چھپا دھتا
ہے . اس لیے اس سے سوال کیا گیا ہے کہ تھرا پتا نشان نہیں ملتا ، آخر

تو کس گلی میں دھتا ہے . وہ جواب دیتا ہے کہ میں تھیکلی کا پانی پیتا ہوں اور پتوں کے پیچھے چھپا ہوا پڑا دھتا ہوں ،

ہمارے ہاں بھی ایک پہیلی تقریباً ان ہی الفاظ میں ہے ، مگر خطاب براہ راست ہے :

’مہتا دے مہتا‘ تو کس گلی میں دھتا ؟ تھیکلی کا پانی پیتا ، پتوں میں چھپ دھتا .

اہل بہار نے اسی خیال کو اور مشکل کر کے پھس کیا ہے ، اور کانتے کا ذکر کر کے ایک گونہ لطافت پیدا کر دی ہے :

ایک بچھول بچھو ، دن میں جھنجھو ، کانتا جھنجھو ، تب بھی نہ بچھو .

(۱۳۶) اٹے بھائی اٹے ، کس گلی میں دھتے ؟ یتیم کا پانی پی لے کو پتیاں میں دھتے !

[بیلنگن]

فائدہ : اٹے اور دھتے میں ت مشدد ہے .

یہ اوپر کی پہیلی کی ایک اور صورت ہے . یہاں خطاب براہ راست اور زیادہ شریفانہ ہے . مضمون وہی ہے .

(۱۳۷) سپاہ جامہ ہری پگڑی . کہیں جاتیں شادی و شہ کو .

[بیلنگن]

فائدہ : جاتیں (ت مفتوح) ، جاتے ہیں .

پہلے جملے میں بیلنگن کی وضع اور رنگ کا ذکر ہے ، اور دوسرے میں اس کا اظہار ہے کہ بیلنگن خوشی اور غم دونوں موقعوں اور تقریبوں میں کام آتا ہے . جس ادب کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے اس سے اس

حقیقت کا کچھ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ یہ ترکیبی اہل دکن کو کس قدر عزیز اور مرغوب ہے ۔

(۱۳۸) ہری پتھاری ، کانٹیاں سے سنواری ۔

[کریلا]

فائدہ : پتھاری ، پتھاری ۔

کریلے کو ہری پتھاری سے تشبیہ دی ہے ، اور اس کے اوپر کے ابھرے ہوئے دندانون کو کانٹے کہا ہے ۔

(۱۳۹) ہری پتھاری ، کانٹیاں سے بھری ۔ کھول کو دیکھے تو

لال پری ۔

[کریلا]

وہی اوپر کی پہیلی کی سی کانٹوں بھری پتھاری یہاں بھی موجود ہے ۔ اتنا اضافہ اور ہے کہ کریلے کے بیجوں کو لال پری سے تشبیہ دے کر پتھاری کے اندر کا حال بھی بیان کر دیا ہے ۔

(۱۴۰) کنولے کنولے پان ، کرکڑاتے بیڑے ۔ میرا مسلا نہیں بوجے

تو تمارے مومن بھرک کو کھڑے ۔

[کھیرا]

کنولے (ک مفتوح ، نون غلہ) ، کچے ۔

کھیرے کو ہریالی کے لحاظ سے کچے کچے پانوں سے تشبیہ دی ہے ۔ کھاتے وقت بیجوں کے کچلے جانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کی مناسبت سے کرکڑاتے بیڑے کہا ہے ۔ آخری دعائیہ جملے میں سنلے والے کے منہ (مومن) میں کھڑے بھرے گئے ہیں ۔ کھڑے اور کھیرے میں ایک صوتی مناسبت ہے ، اس لئے یہ پہیلی ایک لطیف سی کہہ مکرری بن جاتی ہے ۔

(۱۴۱) ہری تھی گل بھری تھی ؛ لال راجا کے باغ میں لٹاں
چھوڑ کو کھڑی تھی ۔

[مکا جاری کا بھٹا

اس کی ایک اور صورت بھی ہے ' جس میں ان ہی الفاظ کے
خر میں اتنا اور اضافہ کیا جاتا ہے کہ : " راجا بھوت ماریا ' بے تاب
ہو کر پڑی تھی " ۔ راجا نے مجھے بہت مارا ' جس سے میں بے تاب اور
بے ہوش ہو کے گر پڑی تھی ۔

ہمارے ہاں بھٹے کی جو پھیلی بہت عام ہے اُس میں اور اِس
میں خلیف سا فرق ہے :

ہری تھی من بھری تھی ؛ نو لاکھ موتی جڑی تھی ؛ راجا جی کے
باغ میں سبز دوشالا اڑھے کھڑی تھی ۔ آیا موا جات کا ' میں اوندھے ملے
گڑی تھی ۔

مہرزا سودا نے بھٹے کی پھیلی یوں کہی ہے :

دت کو جوگی نہیں کن پڑتا ' گدڑی اڑھے ' سر پر جٹا ۔
انگ انگ موتی سے چھاو ' چار مہینہ جگت کو بھاو ۔

امیر خسرو کی ایک پھیلی بہت مشہور ہے :

آگے آگے بھٹا اُئی ' پیچھے پیچھے بھٹا
دانت نکالے باوا آے ' برقع اڑھے مہا

ظاہری وضع قطع پر امیر نے خوب کہا ہے کہ

سر پر جٹا گلے میں جھولی ' کسی گردو کا چھلا ہے ۔

بھر بھر بھر جھولی گھر کو دھاویں ؛ اس کا نام پھولا ہے ۔

ایک اور پہیلی ہے :

ایک ترور کا پھل ہے تر پہلے ناری بیچھے تر
وا پھل کی یہ دیکھو چال : باہر کھال اور بھیتر بال

مسجد امین چریا کوٹی (جواہر خسروی 'چوستان' ص ۱۲) نے
اسے امیر خسرو کی چوستانوں میں بھٹے کے نام سے درج کیا ہے ' مگر یہی
پہیلی میرزا سودا کے کلبات میں آم کے تحت میں درج ہے ' اور عام طور
پر بھی ایسا ہی مشہور ہے . پہلے ' دوسرے اور چوتھے مصرعے سے بھی یہی
صیح معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مقصود آم ہے نہ کہ پھل .

امیر نے بھٹے کی چھوٹے کی ایک پہیلی خوب کہی ہے :

بال نوچے کھڑے پہاڑے موتی لہے ازار .

یہ بھٹا کھسی بلی جو نلگی کر دئی نار !

مسجد امین صاحب نے (ص ۱۸) پہاڑے کی جگہ پھٹے لکھا ہے '
جو صحیح نہیں معلوم ہوتا . نوچے اور لہے کے ساتھ پھٹے نہیں بلکہ پہاڑے
زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے .

مسجد امین خان لودیانوی نے اپنی کتاب دانشمند اناہیق (مطبع
مہند عام لودیانہ ' سنہ ؟) میں بھٹے کی ایک اور پہیلی درج کی ہے '
جس میں بھٹے کی شکل و صورت کے بیان کے بعد ایک اور قدم آگے بڑھا
کر اسے کھانے والے کے منہ تک پہنچا دیا ہے :

قد ہے سرو کا ' سبڑہ رنگ ' کھلے بال اور موتی انگ .

برہ کا مارا اکن لکاوے تب وہ پی کے منہ تک آوے .

(۱۳۲) ازار کھول کو ہزار میں بیچے .

[بھٹا]

فائدہ : کھول کو = کھول کر .

لفظ ازار سے نہ صرف ظرافت کا رنگ پیدا کرنے میں مدد ملی ، بلکہ بزار کا تافیکہ بھی ہاتھ آگیا .

(۱۲۳) ہریا سندھ لال خانے ، اس میں بیٹھے سدی دیوانے .

[تریوز]

فائدہ : سندھ ، صندوق . ہریا ، ہرا . سدی (س مکسور ، د مشدد ؛ عربی لفظ سیدی کی دکھلی صورت ہے) ، حبشی .

تریوز کے سبز چھلکے کے لحاظ سے اسے ہرا صندوق کہا ، اور اندر کے سرخ گودے کو لال خانے قرار دے کر اس میں سیاہ بیجوں کو سدی دیوانے بنا کر بٹھا دیا .

(۱۲۴) اے بی بی ، یہ تھرے سر میں چوندا ، یہ نوالا شروا ، یہ تھرے کالے دانے ، یہ تھرے چار پھاگل !

[تریوز]

فائدہ : پھاگل ، پھانکیں .

یہاں تریوز کو (نہ معلوم کس لحاظ سے) مؤنث فرض کر کے ”بی بی“ سے خطاب کیا ہے . اس کے دنگھل کو چوندا قرار دیا ہے ، دس کو شروا ، اور بیجوں کو دانے . پھانکیں کے ذکر میں چار کا عدد کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا .

ہمارے ہاں کی ایک پھلپی ہے :

کچا کٹھلا ، کچنار کی کلیاں ؛ شربت کے گھونٹ ، مصری کی دلیاں .

اسی کو اہل بہار یوں کہتے ہیں :

کانچ کا کھڑا ، کچنار کی کلی ؛ شربت کا پیالہ ، مصری کی دلی .

محمد امین خاں نے ایک پھیلی لکھی ہے (دانشمند اذیتق ' ص ۱۴) :

لندا ملندا ملندلی بھانت ' سر پر ناف ' پیٹ میں دانت .
 بھٹکا بکرا وا کا ناؤں . یا بوجھو ' یا چھاندو گاؤں .
 بھٹکا بکرا فارسی تر اور یوز کا ترجمہ ہے .

(۱۴۵) تو ہلتی تھی تو جلتی تھی ' تیرا کوک تیرھا کیا دی ؟
 تیرے پردے اندر پردا ؛ اندر کا کالا کیا دی ؟
 [تربوز]

ہلتی جلتی (۴ مفتوح ' ج مضموم) ' ہلتی جلتی . کوک (واو
 محمول) ' کوکھ — دکھنی مساورے میں مذکر ہے . تیرھا ' تیرھا .

"اندر کا" سے بھیج مراد ہیں ' جو عموماً اور زیادہ تر سیاہ ہوتے ہیں .
 کوکھ کو تیرھا شاید اس لحاظ سے کہا ہے کہ اکثر تربوزوں کی شکل
 تیرھی تیرھی ایلندی بھلتی ہوتی ہے . لیکن اس کو عموماً دینا صحیح
 نہیں ہے .

(۱۴۶) بادشا کی بیٹی ' خشکاش میں لوتی (یا لہتی) .

[تربوز]

اوپر کی دونوں پھیلیوں میں تربوز کو مؤنث بنا کر ذکر کیا گیا ہے .
 یہی حالت یہاں ہے . اس سے قبل ہم پوری (شمار ۴۹) اور چلیبی (شمار
 ۶۱) کا لقب بھی بادشاہ کی بیٹی سن چکے ہیں . تربوز کی بھل چوں کہ
 زمین ہی پر پھلتی ہے ارد تربوز مٹی یا بالو میں رکھے دھتے ہیں ' اور
 "بادشاہ کی بیٹی" کا مٹی یا ریت میں لوتنا اچھا نہیں معلوم ہوتا
 اس لیے اس کو خشکاش میں لوتتا ہوا دکھایا گیا ہے .

(۱۴۷) باپ داترا ' ماں جھیتری . بیٹے نکلے مانک کے تکرے .

[پھنس ' کتھل]

فائدہ : دائرہ (تساکن) ، دنگلا ، دانت نکالے ہوئے ، جھوٹری (پہلی ہی بھی معروف ، تساکن) ، جھوٹری ، بڑے بڑے مگر التجہ ہوئے بالوں والی ، تکرے ، تکرے .

باپ کتھل کا اوپر کا چھلکا ہے ، جس پر دندانے ابھرے ہوتے ہیں . اس سے اندر کے لمبے لمبے ریشے مراد ہیں ، جن کے بیچ بیچ میں کوئے چھپے رہتے ہیں . کوئے سفید یا سفیدی مائل ہوتے ہیں ، اس لیے انہیں ”مانک کے تکرے“ کہا گیا ہے . شاید اس لیے ہی ان کی انلی قدر افزائی ہری ہو کہ وہ بہت سونڈھے اور مزے دار ہوتے ہیں .

ہمارے ہاں کی ایک پہیلی ہے : ہرے ہرے پتے ، بڑے بڑے کتے .
(۱۳۸) آم کھائی امرائی میں ، کتھلی سٹی بازار میں ، بو گئی دربار میں .

[پہلیس]

فائدہ : کھائی اور سٹی (سر ، منکوح ، تشدد) کا فاصلہ میں (واحد متکلم مؤنث) محذوف ہے .

کتھل کے کوئوں کو آم سے تشبیہ دی ہے . دربار میں بو پھیلنے سے یہ مراد ہے کہ بو ہر طرف پھیلتی ہے . اور اس میں شک نہیں کہ کتھل کی خوشبو بہت تیز ہوتی ہے اور دور دور تک پھیلتی ہے .

(۱۳۹) کھٹی چٹنی مہکتا بریت ، پھنے کا مانا کیا ؟ پھنی ہوئی چولی زد کی ، امارنے کا مانا کیا ؟

[اناس ، اناس]

فائدہ : بریت (دونوں ب منکوح) ، امچور ، آم کی سوکھی ہوئی پھانکیں ، سہم (ترکاری) کی ایک قسم . مانا = معلی . پھنی (پہلی ہی) (منجھول) ہوئی = پھنی ہوئی .

پہلے جملے میں انڈاس کے کھت متھے مزے کا بیان ہے ، اور دوسرے میں اس کے سدھرے رنگ کے چھلکے اور گودے کا ۔

(۱۵۰) اچب دیکھی ، ایسا دیکھی ، دیکھی ہلدستان . اچب تماشا ایسا دیکھی : پھل کے موم میں پان !
[اناس

فائدہ : اچب (الف مفتوح ، ج مشدد مفتوح) = عجب . موم = منہ . چوں کہ عورت (یا لڑکی) بول دھپ ہے ، اس لیے ” دیکھی “ (میں نے دیکھا) کہتی ہے . یاد رکھ کہ دکنی محاورے میں ہلدستان کل براعظم ہلدوستان کو نہیں بلکہ صرف شمالی ہلد کو کہتے ہیں . ان کے نزدیک ہلدیہا چل کے سلسلے کے اوپر کا کل ملک ہلدستان ہے اور اس کے جنوب میں دکن ہے . اور ان کا یہ عقیدہ درست بھی ہے . ایک تو ہلدوستان چھسا دور دست ملک خود عجب چیز ہے ، پھر ایک پھل جو منہ میں پان لیے ہوئے ہے اور بھی نرالی چیز ہے .

ہمارے ہاں بھی انڈاس کی پھلی اسی طرح کہی جاتی ہے ، مگر اس میں محض ہلدستان نہیں بلکہ ” سارا ہلدستان “ دیکھا جاتا ہے :
پورب دیکھا ، پچھم دیکھا اور دیکھا سارا ہلدستان . ایک تماشا ایسا دیکھا : پھل کے منہ میں پان .

اس کی ایک اور صورت ہے ، جس میں ” سارا ہلدستان “ کی جگہ ” گجرات “ اور ” پان “ کی جگہ ” پات “ کہتے ہیں ۔ مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا .

(۱۵۱) ہات پھری ، بات پھری ، پھری ہلدستان . ایسا تماشا نادر دیکھی : پھل کے موم میں پان

[اناس

وہی اوپر والی پہیلی کا تختہل ہے ، اور وہی مضمون .
(۱۵۲) بال ہے جوں نہیں . آسمان ہے تارے نہیں . پانی ہے
مچھی نہیں .

[نارل ، ناریل]

فائدہ : آسمان (پہلا الف مفتوح) ، آسمان . مچھی (م مفتوح
چہ مشدد) ، مچھلی .
ناریل کی صفت بلا شبہم قابل تعریف ہے .

(۱۵۳) ائمنا ، دھیں جمتا . جو ملگتا ، ہات نہیں جاتا .
فائدہ : ائمنا (الف ن مفتوح ، م ساکن) = عربی انعمت
(ت مفتوح) ، توئے بخشا ، دیا . دھیں (دھ مرکب مفتوح ، نون فکھ) ،
دھی . ملگتا (ن فکھ) ، مانگتا .

ائمنا (انعمت) سے معاوم ہوتا ہے کہ ناریل کتنی بڑی نعمت ہے .
ناریل کا پانی چم کر گودا بن جاتا ہے ، دھی سے اس کی تشبیہ نہایت
لطیف ہے . چوں کہ درخت بہت اونچا ہوتا ہے ، اس لیے ظاہر ہے کہ یہ
دھی آسانی سے نہیں ملتی ؛ ہاتھ نہیں جاتا !
اس پہیلی کی ایک اور روایت ہے ، جس میں ” ملگتا “ کی جگہ
” ترسٹا “ بولا جاتا ہے .

ہمارے ہاں کی ایک پہیلی بہت سادہ ہے : کٹورے پہ کٹورا ، بیٹا
بانپا سے بھی گورا .

(۱۵۴) ہری مسجد سفید خانے . اس میں بیٹھ، کو ہیں سدی
دیوالے .

[ستا پھل ، ستا پھل]

فائدہ : بیٹھ، کوہیں ، بیٹھ ہییں . سفید میں سے مفتوح ہے ،
اور ستا پھل میں مکسور .

سبز رنگ کی وجہ سے سیتا پھل کو ہری مسجد کہا ہے . سفید
خانے اس کا گودا ہے ، اور سیاہ بیج حبشی (سدی) دیوانے ہیں . یہی
سدی دیوانے تربوز کے ہرے صندوق میں بھی بیٹھے نظر آتے ہیں
(دیکھو شمار ۱۳۳) .

(۱۵۵) ہری مسجد سفید خانے . نماز پڑتیں سدی دیوانے .

[سعا پھل]

فائدہ : پڑتیں (تا مفتوح) ، پڑھتے ہیں .

وہی اوپر کی پہیلی کا مفسون ہے ؛ فرق صرف یہ ہے کہ سدی
دیوانے بیکار نہیں بیٹھے ہیں ، نماز پڑھ رہے ہیں ، سجده میں ہیں .
(۱۵۶) لال سندھ ، سفید خانے . اس میں بیٹھے سدی دیوانے .

[دام پھل]

وہی سیتا پھل کا مفسون ہے ، فرق صوف یہ نظر آتا ہے کہ دام پھل
لال صندوق (سندھ) ہے نہ کہ ہری مسجد .
(۱۵۷) پہاڑ پو گولا لٹکھا .

[کوت ، کیتھا]

فائدہ : لٹکھا ، لٹکا . کوت میں ک اور واو دونوں مکسور ہیں .
کیتھ کا درخت پہاڑ ہے ، جس پر (پو) گولا یعنی کیتھا لٹکا رہا ہے .
پہاڑ کا تبدیل پہلے بھی دیکھا جا چکا ہے (شمار ۳۱ ، ۸۲ ، ۱۱۱) .
(۱۵۸) مت جا چمن میں لالا ، کم دکھ گلوں سے الفت .
چاروں طرف سے دشمن کڈوے کھڑے ہوئے ہیں .

[کڈولا نارنگی]

اگر آخری لفظ ”ہیں“ کو دکھلی تالاف (ی معروف) سے نہ ادا کیا جائے تو یہ پہیلی دکھلی کی نہیں کہی جاسکتی۔ شروع کا حرف نفی ”مت“ بھی دکھلی میں استعمال نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ شبہ بے جا نہیں ہے کہ یہ پہیلی خالص دکھلی نہیں ہے بلکہ ہندوستانی ہے۔ بہت سے بہت یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پہیلی حیدرآباد دکن سے مدراس دکن پہنچی ہوگی، گو حیدرآبادی پہیلیوں کی زبان بھی بہت زیادہ دکھلی ہی ہوتی ہے۔

یہ پہیلی کہہ مگرتی ہے۔ دوسرے مصرعے میں لفظ کدوے موجود ہے۔ دکھلی متعارف میں کدو کم سن، ناتجربہ کار، بے سمجھ یا بے وقوف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں نارنگی کی یہ پہیلی بچوں میں بہت عام ہے :
وقت ہے دوپہری، بادشاہ کی کچھری ! جامہ ہے سلہری، بلد ہے
دوپہری ۔

(۱۵۹) ہری چدر، پہیلی پدر، دانتاں اچک، دیکھتی کدر ؟
[انار]

فائدہ : چدر (چ مفتوح، د مشدد مفتوح) چادر، پدر (چدر کے وزن پر) قافیہ مہملہ، کدر (ک مکسور، د مشدد مفتوح) کدھر، کس طرف، اچک (الف مکسور، چ مشدد مفتوح) باہر نکلے ہوئے (دانت) کھیس ۔

پہیلی پدر سے چھلکے کے اندر کی زردی کا بیان مقصود ہے۔ انار کے دانوں کے ابھار کو کھیسوں (اچک دانتاں) سے تشبیہ دی ہے۔

اس پہیلی کی ایک اور روایت ہے جس میں ”دانتا اچک“ کی جگہ ”دانتاں اچکا کو“ (الف مکسور، یعنی اچکا کر، دانت نزل کر، کھیسوں نکال کر) کہا جاتا ہے۔

(۱۹۰) ہری گتھری 'موتھیاں بھری . سر پو تبخ ' سولی چڑی .

[انار]

فائدہ : موتھیاں (واو مجہول) ' جمع موتھی کی ' موتی . تبخ (ت

مفتوح ' ب مشدد مفتوح) ' طوق ' طباق . چڑی (بج مفتوح) ' چڑھی .

پورے انار کو گتھری کہا ہے اور دانوں کو موتی . سر کے اوپر کے

پھیلے ہوئے حصے کو طباق سے تشبیہ دی ہے . سولی شاید ڈالی ہے جس

میں انار لگتا ہے .

(۱۹۱) لال صندوق پیلے خانے ' اندر بیٹھے ہیں یاخوت کے دانے .

[انار]

فائدہ : یاخوت (واو معروف) ' یاقوت .

ایک لال صندوق (صندوق) کے پیلے پیلے خانوں میں یاقوت کے سے

سرخ سرخ دانے رکھے ہیں .

(۱۹۲) لال مسجد ' پیلے خانے . اس میں بیٹھے بادشا دیوالے .

[انار]

اوپر کی پھیلی کا صندوق یہاں مسجد بن گیا ہے ' اور یاخوت کے

دانوں کو بادشاہت مل گئی ہے ! مسجد اور صندوق ' خانے اور بادشاہ اور

دیوالے اس سے قبل بھی ہم کئی بار دیکھ چکے ہیں . دیکھو شمار ۱۰۶ ' ۱۱۹

۱۲۳ ' ۱۲۶ ' ۱۵۴ ' ۱۵۶ وغیرہ .

(۱۹۳) کب تلک کا چھپوں گی پتھیاں کے آر میں ؟ پیوک دن

بکنے کو نکلیں گی بزار میں !

[آم کی کدوری

فائدہ : کب تلک کا = کب تلک ' کب تک . چھپوں گی (چھپ

مفتوح ' صیغہ واحد مؤنث حاضر) ' تو چھپے گی . نکلیں گی = تو نکلیے گی .

یہاں کوئی اتنا پتا نہیں دیا گیا . صرف یہ بتایا گیا ہے کہ آم کی کھریاں پتوں (پتیاں) کی آڑ میں چھپی رہتی ہیں . اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا جاسکتا کہ یہی اتنا پتا اور بھی بہت سے پہلوں کا ہو سکتا ہے . چنانچہ بیلگن کی پہیلیوں میں (شمار ۱۳۵ ، ۱۳۶) بھی یہی کہا گیا ہے .

(۱۶۳) پہاڑ پو درانتی .

[املی کے بوتیاں]

فائدہ : بوتیاں (واو مچھول) ، جمع بوت کی ، املی کا پھل .

وہی پہاڑ کا تختہ ، جس سے ہمیں ۳۱ ، ۸۲ ، ۱۱۱ شمار کی پہیلیوں میں سابقہ پڑ چکا ہے . املی کے درخت کو پہاڑ اور املی کو اس کی شکل کے لحاظ سے درانتی تصور کیا ہے .

(۱۶۵) جہاڑ جھڑپ ، پھول دنڈی . انگریز کے ہیٹ میں حبشی

کی ملندی .

[کاجو]

فائدہ : جھڑپ (جھ اور ز مضموم) ، تابع مہل . دنڈی (د مفتوح)

دنڈی . ملندی (م مضموم) ، سر .

اس میں شبہ نہیں کہ کاجو کا پتا دیلے کے لئے انگریز کے ہیٹ میں حبشی کا سر کہنا نہایت حسین انداز بیان ہے . یہ کاجو کے پھل کا بیان ہے ، اس کے معز کا ذکر نہیں ہے .

(۱۶۶) بادشا کی دم میں وزیر کی ملندی .

[کاجو]

اوپر کی پہیلی کے تختہ کو کیسا مسخ کیا ہے !

(۱۷۱) جہاڑ کتا : میں بلکا تلکا . پتا کتا : کھو بس ، کھو بس .

پھول کتا : میں راؤں جوگی . پھل کتا : میں سرب کا بھوگی .

[جا پھل ، جای پھل]

فائدہ : کتا (ک مفتوح) ، کہتا ، کہتا ہے . بڈگا تلگا (ب ت مکتور)
دروں (ن غلہ) ، تیرھا میرھا . کھڑ بس ، متحض مہمل ہے . سوہ
(واو متجہول) ، سب .

درخت تیرھا میرھا ہے ، پھول جوگی ہے ، اور پھل سب کے پاس
پہنچتا ہے اور سب کا لطف اٹھاتا ہے . یعنی جائے پھل !
(۱۶۸) اتنی سری کی گھڑی ، اس میں شرح بھری . انگلی لگائے
تو چمٹی لڑی .

[چپل سینڈ کا پلندو ، ناگ پھنی کا پھل]

شرح (ش د مفتوح) ، شیرہ ، چاشنی . چمٹی (چ مفسوم) ،
چہونٹی . لڑی ، اس (چہونٹی) نے کاتا . چپل سینڈ (چ مفتوح) پ
مشدد مفتوح : ی متجہول ، ن غلہ) ، ناگ پھنی . پلندو (پ مفتوح)
واو معروف) ، پھل ، بھر کی وضع کا پھل .

ناگ پھنی کے پھل کو چھوٹی سی گھڑیا یا مٹکی (اتنی سری کی
گھڑی) کہا ہے ، اور اس کے وسیلے گودے کو شرح قرار دیا ہے . چون کہ
اس کے اوپر باریک باریک سے کانتے ہوتے ہیں ، جن کی وجہ سے اس کا
پودے میں سے توڑنا مشکل ہوتا ہے ، اس لیے کہا کہ اسے انگلی لگانے سے
چہونٹی سی کانت لیتی ہے .

(۱۶۹) اتنی سری کی بتھیاں ، چنگل میں گھر در . کسمبے کی

چولی پو کاجل کا سنگار .

[گھومچی ، گھنکچی]

یہ ذرا سی بگیا جنگل میں دھنتی ہے . کسمبے کے رنگ کی چولی پہنتی اور کاجل کا سنگار کرتی ہے .

محمد امین خان نے اسی مضمون کی ایک پھیلی لکھی ہے (دانشمند اناہیق ، ص ۱۵) : صورت اچھی رنگ سپانا ؛ کالا داغ اور ہوجھے دانا .

(۱۷۰) گالی مرغی کرک نات ، اندے دیتی بے شمار . اندے پڑے تش میں ، بھری پڑی فٹش میں .

['خشخشاہ' 'خشخشاہ'

فائدہ : تش (ت مفتوح) ، طشت ، تھالی .

یہ کرک ناتھ زات کی گالی مرغی پوست کا توتا ہے ، اور اس کے اندے خشخشاہ کے دانے ہیں جو پوست کے اندر سے نکلتے ہیں . دوسرا جملہ بہت خوش نسا ہے ، مگر برائے بہت .

ہمارے ہاں خشخشاہ کی ایک مشہور پھیلی ہے :

ایک چڑیا چونڈے دار ، اس کے بچے نو ہزار .

(۱۷۱) ہرا تافتا ، عالم سارا چابتا .

[پان

فائدہ : تافتا ، تافتہ .

پان کے پتے کو سبز رنگ کے تافتے سے تشبیہ دی ہے .

میرزا سودا نے پان کی ایک پھیلی خوب کہی ہے :

دھرے لہٹے اگڑن دھیں ؛ بھائی دے ہم ان سے کہیں .

بھائی دے (= پیرا ، یعنی بیڑا) کے الفاظ نے اس کو کہم مکرری

بنا دیا ہے .

(۱۷۲) جنگل میں بیچک جہاز تھا - اس کا نام شیخ مدار تھا

اس کا لہٹو حلال تھا ، اس کا گوہ حرام تھا .

['مہیندی' 'مہیندی'

فائدہ : لہٹو (لہ مرکب ، واو معروف) ، لہو ، خوروں .

تقریباً یہی الفاظ (اور یہی تخیل) ہم گئے کی پہیلی (شمار ۱۳۴)
میں سن چکے ہیں . گئے کے لیے شورے (یعنی دس) کو حلال اور بوتلی
کو حرام کہنا بجا سہی ؛ مگر مہندی کے سرخ دس کو حلال اور اس کے
پتوں کو گوشت (گوہ) کہہ کر حرام قرار دینا دکھائی ذہن کی انوکھی
اپہج ہے .

ہمارے ہاں کی ایک پہیلی ہے :

ایک نار دیکھن میں ہری ، اندر سب لوہو سے بھری . جو کوئی
وایے سنگت کرے ، اپنے ہانہ لوہو سے بھرے .

(۱۷۳) زمین سے نکلی جگ جگ ناری . کمر پتلی جوہن بھاری .
[کوت میر ، کوتہ میر]

فائدہ : کمر (= کمر) میں م مشدد ہے . جگ جگ ناری (دونوں
ج مکتور) ، ہری بھری ، چمکتی دمکتی .
تعریف ہی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کوتہ میر جنوب کے باشندوں
کو کس قدر عزیز اور مرغوب ہے .

(۱۷۴) بھائی دے ، بھائی جلمے دے ! رات جاتی تھری ، رات جاتی
میری . تو تبی لے ، کسے تبی دے .

[موگرے کا پھول]

فائدہ : بھائی جلمے (ج مفتوح ، ن مشدد) ، سکا بھائی . تبی =
تو بھی . تو تبی..... دے ، یا تو تو ہی لے ، یا کسی اور ہی کو دے .
کس نفاست اور لطافت سے موگرے کے پھول کا حال بیان کیا
گیا ہے !

(۱۷۵) پیک گلاب کا پھول ، سارا منڈوا چھایا . باپ پیٹ میں ،
بیٹا جلو نہایا .

[گلر (گولر) کا پھول]

فائدہ : گلر (گ م مضموم ، ل مشدد مفتوح) ، گولر . جلوے (ج مضموم) کا نہانا وہ غسل ہے جو جلوے کی رسم کے دن کیا جاتا ہے .
اس مسئلے کی توضیح مجھے مشکل معلوم ہوتی ہے .

ہمارے ہاں گولر کی ایک نہایت لطیف پہیلی کہی جاتی ہے :

کچا کچلو ، دودھ لکھاتا . پکا پھوڑو ، چھو آڑا .

میرا پھول کڑی نہ پاتا . ارتھ، بتاؤ تم کو سانا !

(۱۷۶) بھائی دے بھائی جئے دے ! رات سے گئے ، سارے کام سے گئے .

تیری تو کرے ، نہیں کسی کو کر دے .

[پھول]

ابھی شمار ۱۷۴ میں ہم تقریباً ان ہی لفظوں میں موگرے کی پھول کی پہیلی سن چکے ہیں . یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ موگرے کے پھول میں اور محض پھول میں آخر فرق کیوں کر قائم کیا گیا ہے . لیکن یہ امر محقق اور صحیح ہے کہ یہ پہیلی محض پھول کی ہے . ایک بزرگ نے اس کی تشریح مجھے یوں بتائی تھی کہ بھائی اور بھائی جئے کے الفاظ سے خود پھول کو مخاطب کیا گیا ہے ، اور مراد یہ ہے کہ پھول عموماً ساری رات کو ، بلا کسی نوع کی عہش و عشرت کے ، ضایع کر دیتے ہیں اور بالکل آخر میں کہیں صبح کے وقت کھلنا شروع کرتے ہیں . اس لیے پھول کو ان الفاظ میں گویا تذنیہ کی گئی ہے !

(۱۷۷) ہری ہری دنکی ، سفید بھات . لہو لوگو ہاتے ہات .

[پھول]

فائدہ : ہاتے ہاتے ، ہاتھوں ہاتھ .

اس سے بڑھ کر پھول کی اور کیا توصیف ہوسکتی ہے . سفید بھاتا سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی سفید پھول کا ذکر ہے . اس کی تصدیق اس امر سے بھی ہوسکتی ہے کہ مدراس دکن میں سفید پھول ، اور خاص کر موگرے کا پھول ، بہت پسند کیا جاتا ہے . اس سے شمار ۱۷۳ اور ۱۷۶ کی پھولوں کے انٹر بھیدوں کا بھی پتہ چلتا ہے . لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ان کے ہاں گلاب اور گندے کے پھول مرغوب نہیں ہیں .

(۱۷۸) اتی سری کی وو ، بالوں بھری وو . بونج بھری وو . باس

بھری وو . تمہوں سمجھیں گے وو . وونہیں وو !

[بچ ، بچہ]

فائدہ : اتی سری کی (الف س مفتوح ، ت مشدد) ، زراسی ، چھوٹی سی . وو = وہ . بونج (و معروف ، ن غلہ) ، پھونڈی . تمہیں سمجھیں گے ، تم سمجھو گے .

یہ سب بچ کی تعریف ہے : وہ زراسی ہے ؛ بالوں (بال) سے بھری ہوئی ہے ، یعنی اس پر بال بہت سے ہوتے ہیں ؛ اس پر پھونڈی لگی ہوتی ہے ؛ اس میں بدبو ہوتی ہے . اور جسے تم سمجھ رہے ہو وہ نہیں ہے بلکہ وہ ہے ! کیا خرب پھیلی کہی ہے .

بچہ (یا گھر بچہ) ایک پودے کی گڑہ دار جڑ ہوتی ہے . اسے عربی میں وج (واو مفتوح اور فارسی میں اگر ترکی اور سوسن زرد کہتے ہیں . صاحب مخزن الاوریہ کا بیان ہے کہ یہ پودا پانی میں پیدا ہوتا ہے ؛ اس کے پتے ترگس کے پتوں سے زیادہ لمبے چوڑے ہوتے ہیں ، کھردرے اور بہت گنجان ہوتے ہیں . اس کی جڑ ، یعنی بچہ ، گڑہ دار ہوتی ہے ؛ اور اس کی دندیاں ایک دوسرے سے لپٹی اور چپکی ہوتی ہیں .

اس کا رنگ سرخی مائل سفید ہوتا ہے۔ اس پھیلی کا یہ بیان بھی صحیح ہے کہ اس میں پھپوندی لگی ہوتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے اس میں بدبو (بوس) پیدا ہو جاتی ہو، ورنہ اسے بدبو کھلا صحیح نہیں ہے، اگر چہ تازہ ہو تو اس کی بو بری نہیں ہوتی؛ بلکہ علامۃ ابن البیطار (صاحب کتاب الجامع لمفردات الادویۃ والغذیۃ) نے اسے خوشبو لکھا ہے۔

پھیلی میں جن بالوں کا ذکر ہے وہ اس کے دیشے ہیں۔

(۱۷۹) لاکھ روپیہ کو سیر۔

[لاکھ

لاکھ کے لفظ میں توریہ ہے۔ یہ پھلی کہہ سکتی ہے۔ ہمارے ہاں بھی لاکھ کی پھلی اسی طرح کہی جاتی ہے : لاکھ تکے کی سیر بھر۔

آٹھویں فصل

لباس، سنگار، زیور

(۱۸۰) تو جانتا تھا، میں پکارتی تھی۔ تو دالتا تھا، میں روتی تھی۔

[منہیار بھی بلنگری، منہیار اور چوڑی

تو (ضمیمہ واحد حاضر) کا مخاطب چوڑیاں بیچنے والا (منہیار) ہے۔ چوڑیاں پہننے والی منہیار کو، جو گلی میں چوڑیاں بیچنے کے لیے آواز لگا رہا ہے، پکارتی ہے۔ جب وہ چوڑیاں ہاتھ میں ڈالتا (دالتا) ہے، تو اس کے ہاتھ کو دبانے اور موڑنے کی وجہ سے اسے اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ وہ گویا رو پڑتی ہے۔

دوسرے جیسے میں ”دالتا“ اور ”روتی“ میں جو بات کا ایک نازک (اور ناگفتہ بہ) پہلو پیدا ہوتا ہے، اسے امیر خسرو نے اپنی اس پہیلی میں کچھ اور بھی نمایاں کر دیا ہے :

چٹاخ پٹاخ کب سے ؟ ہاتھ پکڑا، جب سے !
آہ اوئی کب سے ؟ آدھا گیا، جب سے !
چپ چاپ کب سے ؟ سارا گھا، جب سے !

فاضل مصحح، محمد امین چریا کوٹی نے اس پہیلی کا عنوان (ص ۱۷) ”چوڑیاں“ درج کیا ہے، جو مکمل کلام ہے۔ پہیلی کے الفاظ ”آدھا“ اور ”سارا“ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا انتر بھید مذکور ہے۔ زرا سے شور سے اس صحیح نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ اس کا عنوان ”چوڑیاں“ نہیں بلکہ ”چوڑا“ (واو معروف سے) ہونا چاہیے۔ چوڑے

دو قسم کے ہوتے ہیں . ایک میں بہت سی چوڑیاں ہوتی ہیں ، جو کلائی اور اس کے اوپر کے حصے کے لحاظ سے چھوٹی بڑی ہوتی ہیں ؛ دوسرے میں اسی لحاظ سے اوپر سے نیچے تک گاؤ دم شکل کا مسلسل ایک ہی حلقہ ایک بڑی سی کمائی کی وضع کا ہوتا ہے . ملک پنجاب میں اب تک چوڑے کا رواج ہے . دونوں وضع کے چوڑے پہنے جاتے ہیں ، اور عموماً ہاتھی دانت یا ہڈی کا بنا ہوا چوڑا زیادہ استعمال کیا جاتا ہے .

فاضل چریاکوٹی نے ”چوڑا“ کے عنوان سے دو اور کہنے مہکریاں ’ امیر خسرو کی نقل کی ہیں (ص ۳۳) :

۱—سو کو تو ہانہی کا بہارے ؛ گھٹی بڑھی پہ سورے نہ سہارے
 ڈھونڈ ڈھانڈ کے لائی پورا . کیوں سکھی ، ساجن ؟ نا سکھی ، چوڑا !
 ۲—انہوں سورے لپٹا رہے ، رنگ روپ کا سب دس پدے
 میں بھر جنم نہ وا کو چوڑا . اے سکھی ، ساجن ؟ نا سکھی ، چوڑا !
 ہمارے ہاں بچوں میں منہیاری اور چوڑی کی ایک پہیلی یوں کہی جاتی ہے :

تو آبیتھی ، میں جا آبیتھی . تو کھول بیتھی ، میں پسا بیتھی .
 اس میں چوں کہ منہیار کی جگہ منہیاری کا ذکر ہے ، اور دکھائی اور خسروی پہیلیوں کا سقیم مبتذل پہلو غائب ہے ، اس لئے دوسرا جملہ نازک طبیعتوں کو ناگوار نہیں ہو سکتا .

(۱۸۱) کالی گاٹی کاٹے کھائی . پانی کو دیکھ ، کو مرے پھرائی .

[چوتنا]

فائدہ : گاٹی ، گائے . مون ، ملہ .

چوتے عموماً دو رنگ کے ہوتے ہیں ، سیاہ اور سرخ . یہاں سیاہ چوتے کا ذکر ہے ، جسے کالی گائے سے تشبیہ دی ہے ؛ اور چوتے کے کاٹنے کو

گائے کے کاٹنے سے تعبیر کیا ہے۔ یہ گائے پانی کو دیکھ کے منہ پھراتی ہے اور اس کے اندر نہیں جانا چاہتی؛ یعنی جوتا پہننے پہلے بہت سے پانی میں سے گذر کر نہیں جا سکتے! عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دیہاتی اور گلوڑ لوگ پانی میں سے گذرتے وقت جوتا اتار کر ہاتھ میں لے لیتے ہیں، 'یا نہایت احتیاط سے دندے کے ایک سرے پر تانگ کر کندھے پر رکھ لیتے ہیں۔

واضح ہو کہ مدراس دکن میں صرف غیر ہندو قوموں کے افراد، مسلمان اور عیسائی، جوتا پہنتے ہیں؛ اور ان کے ہاں بھی 'سوا دولت ملد اور پر تکلف نازک مزاج لوگوں کے، صرف گھر سے باہر نکلنے کے وقت یہ تکلف پرتا جاتا ہے۔ پھر جوتے جیسی عزیز چیز کو پانی میں اندر لہے ہوئے چلے جانا کفران نعمت اور بے جا فضول خرچی نہیں تو اور کیا ہے! امہر خسرو کی ایک کہہ مکاری خوب ہے:

ننگے پاؤں پھرن نہیں دیت۔ پاؤں میں مٹی لگن نہیں دیت
پاؤں کا چومنا لہت لہوتا! اے سکھی، ساجن؟ فاسکھی، جوتا!
(۱۸۲) سرخ پھول، دل خوش، پاواں اتھا کو اندر گھس۔
[جوتا]

اس پہیلی میں سرخ رنگ کے جوتے کا ذکر ہے، جسے پہن کر بلا شہدہ دل خوش ہوتا ہے۔ جوتے میں پاؤں (پاواں) اتھا کر ہی گھسائے جاتے ہیں۔ کچھ اسی کے قریب اہل پٹنہ کی ایک پہیلی ہے کہ: ہاتھ نہیں، پر پیت میں پاؤں۔

(۱۸۳) لکڑے کا گھوڑا، چمڑے کی لغام، میرا مسلا نہیں بوجے
سو میرے گھر کا ہتھام۔

[کھڑاواں]

کھڑاؤں کو لکڑی (لکڑے) کے گھوڑے سے تشبیہ دی ہے ، جس کا لگام (لغام) ، یعنی تسمہ ، چمڑے کا ہے . دوسرے جملے میں بوجھنے والوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ جو نہ بوجھ سکے گا وہ حجاب (ہجرام) ہوگا !

(۱۸۴) کونگنی چوٹی کر کو سنگار ، گوری ک-رتی کالی کو پیار .

[مسی]

فائدہ : کونگنی (واو مجہول ، ن غلہ) ، کنگھی .
گوری سے مسی لگانے والی ، اور کالی سے مسی (جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے) مراد ہے .

اس میں شبہ نہیں کہ یہ پہیلی اپنے طرز میں لاجواب ہے .

مہرزا رفیع سودا کی ایک پہیلی ہے :

نر ناریاں کوئی کرٹی بڈا لکائے دھتی ہیں .

لوہے کی وہ نار بڈائی ، تانبا کروہ کہتی ہیں .

[لوہا مسی کا ایک بڑا جزو ہوتا ہے . مگر نام مسی ہے ، اور ماس

قائبے کو کہتے ہیں .]

مسی کے تلفظ کے لحاظ سے — ماس ، سی (ماس ، تانبا ؛ سی

= ۳) — سودا نے ایک کہہ مکاری یوں بڈائی ہے :

ایک نار جگ موہت چلے . تیس پرکھ، سوں نت وہ ملے .

جو تم بوجھو ، کروں اسیس ناروں بتاؤں ؟ تانبا تیس !

[تیس پرکھ، سے دانست مراد ہیں . تانبا تیس = ماس سی .]

لیکن سید انشا کی پہیلی کو ان میں سے ایک بھی نہیں

پہنچتی . انشا نے مستزاد در مستزاد میں کہا ہے :

جا بھگدوں کے منہ لگے اک کالی سی حبشن؛

دونا کرے جروین .

وہ کیا ؟ اری سوسن !

لوہے کی جلی ہوے ، کہیں سب اے تانبا ؛

صورت میں پری سی .

وہ ، یعنی کتہ مسی !

امیر خسرو نے بھی دو پہیلیاں کہی ہیں :

(الف) سولی چوڑا مسکت کرے سیام برن اک نار .

دو سے ، دس سے ، بیس سے ملے ایک ہی بار .

(ب) سیام برن ایک نار کھاوے .

تانبا اپنا نام دھراوے .

جو کوئی وا کو مکہ پر لاوے ،

رتی سے سیر کھا جاوے .

(۱۸۵) سنے کی گھڑی ، موتھیاں کی جڑی . ہات لگا نکو ، تو اچھا

دھری !

[بگڑ

بگڑا (ب مضموم) کان کا ایک زیور ہوتا ہے . اسے سونے (سنے) کی ایسی

چھوٹی سی گھڑیا (گھڑی) سے تشبیہ دی ہے ، جس میں موتی (موتھی)

جڑے ہوئے ہوں . دوسرے جملے میں فرض کیا گیا ہے کہ سپیلی بگڑے کو

ہاتھ لگانا چاہتی ہے ، مگر بگڑے والی کہتی ہے کہ ”ہاتھ مت لگا (لگانکو)“

تجھے تو اسے رکھنے کی بھی تمیز نہیں ہے . واہ خوب دکھا تو نے !“

لیکن اس میں بگڑے کی کوئی خصوصی کیفیت نظر نہیں آتی .

یہی الفاظ کسی اور چھوٹے سے طلائی زیور کے لیے بھی کہے جاسکتے ہیں .

(۱۸۶) ہمارے بیوی ابر ملگے ، جبر ملگے . اُپر کا تگ کا کہا ،
نو نیچے کے تین ملگے .

[ناک کی نت ، نتھ

فائدہ : بیوی کے لئے جمع مذکر کی ضمیر ” ہمارے “ ادب کے
یہ استعمال ہوتی ہے . ابر اور جبر ، ہم قافیہ (الف اور جیم مفتوح ‘
اور دونوں جگہ پ مشدد اور مفتوح) مہمل الفاظ ہیں . ان میں ب
اور د کی وجہ سے ایک لگتی ہوتی سی چیز کے نام کے ساتھ ایک صوتی
مناسبت پیدا ہوتی ہے ، بالخصوص دوسرے لفظ جبر میں ‘ جس میں
ج ب د کے تلفظ سے ایسی مناسبت اور زیادہ واضح معلوم ہوتی ہے . ابر
(الف مضموم ‘ پ مشدد مفتوح) ‘ اُپر . تگ (ت مکسور ‘ نون غلہ)
کسی چیز کے بجائے کی آواز کا اظہار ہے . آخری لفظ تھن میں لفظ تگ
سے صوتی طور پر تجانیس پیدا ہے . ملگے (م مفتوح ‘ نون غلہ) = مانگے ‘
بیوی نے مانگا . نیچے (ن مکسور ‘ چ مشدد ‘ یہ مجہول) ‘ نیچے .
” اُپر کا تگ کہا “ سے دو مفہوم سمجھ میں آتے ہیں . یا
تو یہ اُس خفیف سی آواز کا اظہار ہے جو ناک چھیدتے ہوئے لڑکی کے
دولے یا اس کی ” اوی “ سے پیدا ہوتی ہے ‘ یا چھیدنے میں نتھلنے سے
ایسی آواز پیدا ہوتی ہے . ” نیچے کے تین “ سے نتھ اور اس کے صوتی
مراد ہیں .

بیان یہ ہے کہ ہماری بیوی ایک ابر جبر سی چیز لیتا چاہتی
تھیں . ہم ان کا مطالب سمجھ گئے . ہم نے نتھلے کو کچ سے کونچ دیا ‘
اور نیچے تین چیزیں لگا دیں . یعنی نتھ .

امیر خسرو نے کس خوبی سے دو لفظوں سے نتھ کی پہیلی تیار

کی ہے :

ناری میں ناری بسے ، ناری میں نر دوے ۔

دو نر میں ناری بسے ؛ بوچھے ہرلا کوے ۔

امیر کی کہم مکری بھی قابل داد ہے :

مکھ میرا چونت دن رات ۔ ہونٹن لگت ، کہت نہ بات ۔

جاسے میری جگ میں پت ۔ اے سکھی ، ساجن ؟ ناسکھی ، نچھ !

(۱۸۷) کوزیاں کے بن میں کوزیاں کے بہارے ۔ کھینچیں گے توریاں ،

چمکھیں گے تارے ۔

[تھکا

فائدہ : کھینچیں اور چمکھیں میں ما قبل آخری کی ی معروف

بولی جاتی ہے ۔ بن میں ب مفتوح ہے ۔

پہلے چلے کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا ۔ غالباً کوزیاں اُن

قیمتی پتھروں کے نگینوں کی جانشین ہیں جو تیکے میں چڑے ہوے

فرض کیے گئے ہیں ؛ اور بہارے سے بہاری اور قیمتی مراد ہے ۔ توریاں اور

تارے تیکے میں لگائے جاتے ہیں ۔

نویں فصل

ہتھیار ، لوزار ، آلات ، سواری ، نقدی

(۱۸۸) جب میں تھی بھولی بالی ، تب منجے مارتے تھے ، اب مارتے

کو دیکھو منجے ، میں مرد سمجھوں گی ۔

[ہلندی ، ہانڈی

فائدہ : مانجے (م مفتوح ، ن غلہ) ، منجے ، منجھ کو ۔ ہلندی

(ہ مفتوح) ، ہانڈی ۔

ہانڈی کہتی ہے کہ جب میں بھولی بالی (یعنی بالکل نئی) تھی، جب تو تم مجھے مارتے تھے، اب زرا مار کے دیکھو۔ مطلب یہ ہے کہ ہانڈی کو خریدتے وقت خوب ٹھونک بٹجا کر لیتے ہیں۔ لیکن جب وہ اپنی چیز ہوجاتی ہے، تو ایسا کرنے کی ہمت نہیں پڑتی، اور ہانڈی کو احتیاط کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔

(۱۸۹) ہمارے گھر بوزکی ہانڈی، نیچے سر، اپر پاواں۔

[گھونٹنا

فائدہ: بوزکی (واو مجبھول) سر ہانڈی، بے بالوں کی۔

گھونٹنے کا کیسا صحیح بیان ہے!

(۱۹۰) پہاڑ، ہتھی کان، لوکاں لگے منگلیے۔

[سوپ

دکھنی پہیلیوں میں پہاڑ کا تذکرہ کچھ عجیب چیز ہے۔ یہاں سوپ کو پہاڑ بتایا گیا ہے۔ اس سے قبل اور مقامات میں بھی ہم پہاڑ سے دو چار ہو چکے ہیں۔ سوپ کو ہاتھی (ہتھی) کے کان سے تشبیہ دینا بے جا نہیں ہے۔ یہ بھی روز مرہ کا تجربہ ہے کہ لوگ (لوکاں) اکثر سوپ مانگ مانگ کے لے جاتے ہیں۔ ہماری ہاں کی ایک پہیلی میں بھی اسی مانگ پر زور دیا گیا ہے۔ وہ پہیلی یوں ہے:

سو ناریوں سے اک نہ بنایا۔ گھر نہیں اپنا، مانگ لیا پراپا۔

(۱۹۱) پیک جناور گھماں: دس پاواں، دو دماں۔

[ترازو

ترازو کو ایک گھومنے والے (گھماں) جانور سے تشبیہ دی ہے، جس کے دس پاواں ہیں اور دو دماں دس پاواں ترازو کے پلوں کی دس دس ہیں، اور دو دماں سے دونوں پلے مراد ہیں

ہمارے ہاں کی ایک پہیلی میں واضح نے اس سے بہتر تصویر کھینچی ہے :

ایک نار نورنگی چنگی ' چہ نارے لنگے .
ناک میں نکبیسر پہنے ' دونوں کان بندھے .
ست دھرم کا سودا کرتی : جتنا ہوے بتائے .
مردوں سے بھی بازو مارے ' تب بھی نار کہاے .

(۱۹۲) نیک بی بی کے سر میں دیڑ بال .

[سوئی تاگا]

نیک بی بی سے سوئی مراد ہے ' اور اس کے سر میں جو دیڑ (دیڑ) بال ہیں وہ تاگا ہے . دیڑ کے بہان میں یہ حقیقت مضمحل ہے کہ عموماً سینے کے لیے سوئی میں تاگا اس طرح پرویا جاتا ہے کہ ایک طرف سے زیادہ لمبا رکھا جاتا ہے اور ایک طرف کم .

ہمارے ہاں کے بچے اسی خیال کو یوں ادا کیا کرتے ہیں :
زدا سی بتیا ' گز بھر چٹیا .

ایک اور پہیلی اسی تخیل کو کچھ اور طول دے کر بہان کرتی ہے :

اتنے سے منی رام ' اتنی بڑی پونچھ .
وہ گئے منی رام ' پکڑ لاؤ پونچھ .

ایک پہیلی میں صرف سوئی کے بھید کو یوں کہا جاتا ہے :

اتنی سی فتنی ' کام کرے کتنی !

اسی کی ایک اور تصویر ملاحظہ ہو :

چھوٹی سی ہے اک نار . دیکھی مارے جائے پار !

(۱۹۳) آرزوں مڑوں ' تھوک لگا کو اندر کھسڑوں .

[سوئی میں تاگا]

فائدہ : لگا کو (واو مجہول) ' لگا کر .

ہمارے ہاں اسے یوں کہتے ہیں :

مروڑ مروڑ کے سیدھا کیا ؛ گردن پکڑ کے اندر دیا .

اہل پتہ نے اس میں کچھ اور تفصیل کی ہے :

لڑبڑا لڑبڑا ، تھوک لگا کے کیا کھڑا . نہ چاندی ہنسی کھیل

کسر پکڑ دیا دھکیل .

(۱۹۴) لکڑ مل کو بھائے ' چلبلا کو اٹھے .

[تاکا بتلنا]

فائدہ : لکڑ (ل مفتوح ، ک مشدد مفتوح) ' لکڑی . بھائے ' ڈالے ؛

یعنی انہوں نے ڈالا . چلبلا کو (ج ' ب مضموم) ' چلبلا کر ' جلدی سے .

تاکے کے بگے جانے کا نقشہ کھینچتا ہے .

(۱۹۵) سوتے سوتے ہاتھ میں لے کو سوے .

[پٹکھا]

گرمی کی راتوں میں پٹکھے کو ہاتھ میں لیے لیے سو جانا ایک

امعمولی بات ہے . اسی کا ذکر ہے . ہمارے بچے ایک چھوٹی سی پہیلی

سی مضمون کی کہا کرتے ہیں :

ایک پرکھ ، وہ سب کو بھاوے - بنا سمے کوئی ہاتھ نہ لاوے .

امیر خسرو نے اپنے خاص طرز میں دو کہہ مکریاں لکھی ہیں .

شونوں کا مضمون ایک ہی ہے ، مگر کس قدر دل کش ہے :

(ا) آپ ہلے اور موہے ہلاوے . واکا ہلنا سورے من بھاوے .

ہل ہل کے وہ ہوا نسنکھا . اے سکھی ، ساجن ؟ ناسکھی ، پٹکھا !

(ب) چھتے چھمے سورے گھر آوے . آپ ہلے اور موہے ہلاوے .

نام لیت موہے آوت سٹکھا . اے سکھی ، ساجن ؟ ناسکھی ، پٹکھا !

(۱۹۶) اتا سا بتاسا ، کھلے کھن کھچور . جو مہرا مسلا نہیں کھولے ،
وہ میرے گھر مزدور .

[کیلی بھی خفل ، کنجی اور قفل
فائدہ : اتاسا (پہلا الف مفتوح ، ت مشدد) ، زرا سا ، چھوتا سا .
کھلے کھن کھچور (ہر ایک کھ ، مفتوح) ، مہمل . خفل ، قفل .
بتاسے سے قفل ، اور کھچور سے کنجی مراد ہے . باقی اور کوئی اتا
پتا نہیں دیا گیا .

ہماری ہلدستانی پہیلی ہے :
نر ناری کی بات ہے ، زرا دل ہی میں رکھنا . نر کو دینا مار ،
ناری کو چوکس رکھنا .

ایک اور پہیلی میں اسی اسلوب کو یوں نبھا ہے :
نر اور ناری ایک ہی زات ، نر مارا تو ناری ہات . سگری دات
الگ دھ ، آن ملے پرہات . چکوا چکوی چھور کے بوجھو ان کی بات .
امیر خسرو کا چو چلا دیکھو :
بات کی بات ، تھتھولی کی تھتھولی : مرد کی گانگہ ، عورت
نے کھولی !

(۱۹۷) اتھا پڑیا تو اتھا پڑیا ، سدا پڑیا تو بالں بھریا .
[برہس]
فائدہ : اتھا (الف مضوم) ، اتھا . پڑیا (پ مفتوح) ، پڑا ،
پڑا ہے . سدا (س مکسور ، دال مشدد) ، سیدھا .
کہتے ہیں کہ فلاں جب تک اتھا پڑا ہے پڑا ہے ، کوئی خاص بات
اس میں نہیں ہے ؛ لیکن جب سیدھا ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ
سراسر بالوں (بالں) سے بھرا ہوا ہے . برہس کی توجیہ خوب کی ہے .

(۱۹۸) ایک۔ ادسی چلتے چلتے تھک گیا۔ لاؤ چاخو، کاتو گردن۔ یہر بھی چلنے لگ گیا۔

[سرمے کی خلم، پنسل

فائدہ : ادسی=آدسی۔ چاخو، چاقو۔ خلم (خ، ل مفتوح) قلم۔
مضمون عہاں ہے۔

ہمارے ہاں کی بھی ایک پھیلی میں بھی تقریباً بالکل یہی الفاظ ہیں۔ مگر ایک اور پھیلی اس سے زیادہ مفصل اور واضح ہے :
سب ہی کرتے پیار، سہس کاتے پیار، تبھی چلے وہ چال، اس کا یہی احوال۔ چلنے میں رک جائے، سر کاتے دوڑاے۔
(۱۹۹) اتھے تو جھنجھلات، بیتھے تو پگ پساں۔ لاتاتو کے ہزار،
کھانا تو کچھ نہیں۔

[مچھپارے کا جال

فائدہ : جھنجھلات (دونوں جھ، مفتوح، دوسرا نون مشدد)۔
جھن جھنات کے (ک مفتوح) کٹی، بہت سے۔
یہ مچھلی پکڑنے کے بڑے جال کا ذکر ہے، جسے پھولا کر پانی میں پھیلکتے ہیں تو ایک سنسناہٹ سی پیدا ہوتی ہے۔ مچھپارا ہزاروں مچھلیاں پکڑ کے لاتا ہے، مگر کھانا ایک بھی نہیں۔
امہر خسرو نے ایک ہی وضع کی دو پھیلیاں بنائی ہیں، جن میں لفظ ”بن“ (ب مکسور) سے خوب کام لیا ہے۔ کہتے ہیں :

(ا) بن سر کا نکلا چوری کو، بن تھن کی پکڑی جائے۔

دوڑدو پن پاؤں کے، بن سر کا لیے جائے۔

(ب) کیا کروں بن پاؤں کی، تجھے لے گیا بن سر کا۔

کھا کروں لمبی دم کی، تجھے کھا گیا بن چونچ کا لوکا۔

[مجھے دوسرے جملے کے آخری الفاظ کی صحت میں بہت شبہ ہے . مگر اسے فاضل محمد امین چریا کوٹی نے یوں ہی نقل کیا ہے .]

(۲۰۰) کرنا کرکراتا ، آواز بلند جاتا . چندی لے کر پوجتا ، بتی لے کر دیکھتا .

[کولہو]

فائدہ : چندی (چ مکسور) ، کپڑے کا ٹکڑا ، چیتھڑا . پوجتا (واو متچھو) ، پونچھتا ، صاف کرتا ہے .

آخری جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ کولہو کی یہ تصویر رات کے وقت کی ہے . پہلے جملے میں چلتے ہوئے کولہو کی آواز کا ذکر ہے . شروع سے آخر تک جو استعارہ استعمال ہوا ہے وہ عیاں ہے .

(۲۰۱) اتے مٹے سٹے گاؤں . تین منڈی دس پاؤں .

[کسان بھی ناگر ، کسان اور ہل

فائدہ : ابتدا کے تین لفظوں میں الف ، م اور س مفتوح ہیں ،

اور ت مشدد ہے . یہ تینوں لفظ مہمل ہیں . منڈی (م مضوم) ، سر .

اصلی پہیلی دوسرے جملے میں ہے . تین سبوں میں سے ایک سر

تو ہل چلانے والے کسان کا ہے ، اور دو اُس کے بیلوں کے ہیں . اسی طرح ان

تینوں افراد کے دس پاؤں ہوتے ہیں .

(۲۰۲) ارے ارے مالی ! تیرے کھاندے پر کدالی . چیراں کی

دان ، چوبیس کلی کا ایک پان .

[ریل گاڑی]

فائدہ : کھاندا (نون فتح) ، کاندھا . کدالی (ک مضوم) ، کھدال .

کلی (ک مفتوح ، مشدد) ، کلی . ریل کا تلفظ حرف د کے زبر سے ہے .

چھپرائی کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آتا۔ چربیس کلی سے
پہل گازی کے درجے مراد ہیں، اور پوری گازی گویا پان ہے۔
(۲۳) سولا برس کا گورا بیٹا؛ سوب کا انیس لڑلا۔ کاتے تو بھی
کھیتا نہیں۔ اس پنا جنگ کا کام ادھورا۔

[روپیہ]

فائدہ : سوب، سب۔ لڑلا (ر مکسور) ، لڑلا۔ انیس (الف مفہوم)
ی متجہول () وہ—ضمیر۔ واحد غائب، مذکر و مؤنث۔

آخری جملے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہیلی خالص دکھائی
نہیں ہے۔ سولہ برس سے روپے کے سولہ آنے مقصود ہیں۔

لڑکا کا تکھیل ہمارے ہاں کی ایک پہیلی میں بھی ہے :

سب۔ تن زخمی، بن پیروں وہ چلتا ہے۔

راج دلارا، سب کا پیارا، قسمت سے وہ ملتا ہے۔

صاحب فرہنگ آصفیہ نے ایک پہیلی نقل کی ہے (ج ۱، ص ۳۱) :

جس میں روپیہ کے سفید رنگ پر زور دیا گیا ہے :

مولی کا سا قتلا، دہی کا سا بھیس۔

ہوجھ ہے تو ہوجھ، نہیں تو چھوڑ ہمارا دیس۔

روپیہ کے رنگ کی سنیدی اور اس کے کی چان ایک اور چھوٹی

سی عام پہیلی میں یوں بیان کی گئی ہے :

چٹی بکری، چٹے پیر : چل میری بکری اگلے شہر۔

سید انشا نے روپیہ (زر و مال) کے مزے، روپیہ کے نہ قوت رکھنے اور

قاضی الحاجات ہونے کو ایک مستزاد در مستزاد پہیلی میں یوں بیان کیا ہے :

وہ چیز بھلا کیا، کہ مزے جتنے بدائے

اللہ میاں نے

سو سب ہیں اسی میں !

پھرتے نہ بہرے ، آپ رہے جیسے کا تیسرا ،

اور کارِ رواں

کر جائے وہ سب کی ؟

امیر خسرو نے بھی روپیے کی سختی کا ذکر کیا ہے ، اور اس کے ساتھ کھائے ، پرکھانے اور بھانے کے تذہیل کو جمع کیا ہے . ان کی ایک پہیلی ہے ، جس میں کھانے اور پرکھانے کا ذکر ہے :

لوہے کے چنے دانت تلے پاتے ہیں اس کو .

کھایا وہ نہیں جاتا ہے ، پر کھاتے ہیں اس کو .

دوسری میں بھانے اور کھانے کو لیا ہے :

دانائی سے دانت اس پہ لگاتا نہیں کوئی .

سب اس کو بھاتے ہیں ، پہ کھانا نہیں کوئی .

[منجھ ان دونوں پہیلیوں کی زبان کے انداز سے شبہ ہوتا ہے

کہ یہ پہیلیاں امیر خسرو کی نہیں ہیں ، بلکہ الکافی ہیں . مگر

محمد امین چریا کوٹی صاحب کو اس میں کوئی شبہ نہیں معلوم ہوتا .

اللہ کرے جناب چریا کوٹی کا خیال صحیح ہو . (جواہر خسروی ، حصہ

چہستان ، ص ۲۰)]

یہ پہیلی البتہ امیر کی معلوم ہوتی ہے :

چندر بدن ، زخمی تن ، پاؤں بنا وہ چلتا ہے .

امیر خسرو یوں کہیں ، وہ ہولے ہولے چلتا ہے .

امیر خسرو نے اپنے مخصوص انداز میں روپیے پر بھی ایک کہہ

مکری لکھی ہے :

ہات چلت موہ پڑا جو پایا ، کھوٹا کھرا میں نا پرکھایا .

نا جانوس وہ ہے گا کیسا . اے سکھی، ساجن؟ نا سکھی پیسا !
اس سے قبل امیر کی اسی نوع کی اور کئی کہہ مکریاں نقل کی
جا چکی ہیں . ان سب کے مقابلے میں یہ کہہ مکری بہت ہی کم زور
اور روکھی پھینکی معلوم ہوتی ہے .

(۲۰۴) ہندو بولتا کئی ، مسلمان بولتا کئی . میرا مسلہ نہیں
ہو جیسا سو انہیں اس کی چورو کا بھائی . [روپیہ
فائدہ : نہیں ہو جیسا سو ، جس نے نہیں ہو جھا . انہیں (الف مضموم
ی مضمول) ' وہ . اس کی = اپنی . بھائی کا دکھنی تلفظ بھئی کی طرح
ہوتا ہے اور وہ کئی سے ہم قافیہ ہے .

کل پہیلی پہلے جملے میں مرکوز ہے . مہرہ سمجھو، میں نہیں
آتا کہ اس سے روپیہ کا مفہوم کیوں کر بن جاتا ہے .

دسویں فصل

کھیل کود ، تفریح

(۲۰۵) جھل جھل چڑیاں ، آسان چڑیاں . آن گا چور ، باجیں
گیان کیلیاں .

[پتنگ بھی تود

فائدہ : جھل جھل (چہ مفتوح) ، چمک دار ، رنگ برنگ کی
چڑیاں : پہلے لفظ میں چ مضموم ، جمع ہے چڑی (چ مضموم) کی ، چڑیاں ؛
دوسرے میں چ مفتوح = وہ (جمع مونث) چڑھیں . آن گا = آے گا .
باجیں گیان ، باجیں گی ، بجیں گی . کیلیاں (پہلی ی معروف) ،
جمع کیلی کی ، کلچیاں .

پتنگوں کو چڑیوں سے تشبیہ دی ہے ، جو آسمان کی طرف اڑتی ہوئی چڑھی چلی جا رہی ہیں . پتنگوں کے طرح طرح کے ہا دونق رنگوں کے لحاظ سے . جھل جھل کہا ہے . دوسرے جملے میں چور اور کلمچوں (اور ان کی جھلکار) کا ذکر نہ معلوم کس مصلحت سے ہے ، اور ان سے کہا مراد ہے .

(۲۰۶) سر سر بھل ، سراری بھل . جہاں تگ بھل ، وہاں تگ کھیل . توت گئی بھل ، ہو گیا کھیل .

[پتنگ]

فائدہ : سر سر ، سراری (سب سے مفتوح) اسم صوت ہے ، جس سے ہوا میں پتنگ کی سرسراہٹ کا بیان مقصود ہے . تگ ، توت گئی ، توت گئی . ہو گیا ، ختم ہو گیا . بھل میں ی مجبہول ہے . یہل سے پتنگ کی دور مراد ہے ، جس کے کھیلچلے اور چھوڑنے سے ہوا کی مدد سے سرسراہٹ پیدا ہوتی ہے . دور توت جاتی ہے ، تو ظاہر ہے کہ سارا کھیل ختم ہو جاتا ہے . خاصی صاف پہیلی ہے . اس ” بھل “ کا ذکر امیر خسرو سے سنیے :

ایک کہانی میں کہوں ، تو سن لے میرے پوت :

بنا پروں وہ آگیا ، باندھ گلے میں موت .

(۲۰۷) سرسری ، آسمان چڑی . آں گا چور ، کھیلچیں گا دور . ہاں

گیاں کیلیاں ، ناچیں گا مور .

[پتنگ]

فائدہ : چڑی (چ مفتوح) چڑھی . آں گا ، آے گا . ہاں گیاں

(۰ مفتوح ، گ مسکور) ، ہاں گی . کیلیاں پہلی ی معروف ، کلمچیاں .

ناچیں گا ، ناچے گا .

سرسری پتنگ ہے ، جو سر سر کرتا ہوا آسمان (آسمان) پر چڑھتا ہے . چور غالباً پتنگ اڑانے والے کا ہاتھ ہے ، اور آخر میں مور بھر پتنگ کے لیے استعارہ ہے .

(۲۰۸) کالی مرغی ، دم جوار . اندے دیتی بے شمار . اندے پڑے تھ میں ، بی بی پڑی غش میں .

[پھل جھڑی

فائدہ : تھ ، طشت .

آٹھ بازی کی پھل جھڑی کا بیان ہے . مجموعی ہیئت کے لحاظ سے پھل جھڑی کو ایسی کالی مرغی کہا ہے جس کی دم جوار کی بالی کی شکل کی ہے . پھل جھڑی میں سے جو پھول طشت (تھ) میں جھڑتے ہیں ان کو اس مرغی کے اندے کہا ہے . پھولوں کے پانی میں جھڑنے سے ایسی پتلا پتلی کی آواز ہوتی ہے کہ گھر کی بی بی بے تاب ہو کر غش کر جاتی ہے . سبحان اللہ !

ہمارے ہاں کی ایک پہیلی ہے :

جا کے پات نہ کونپل پھل ، سدی دیو جلاے .

یہ ترور وہ پھول ہے ، اچرچ دیکھو آے !

(۲۰۹) چار انگن ، چار چمن ، چار شادانیاں . اتیراں مٹیہراں

لڑتے تھے ؛ بدخاں دیے لولیاں .

[پچھسی

فائدہ : انگن (الف ، گ مفتوح ، پہلا نون غنہ) ، آنگن ، چمن

(چ مفتوح ، م مشدود مفتوح) ، چمن . شادانیاں ، شمع دانیاں . بدخاں

(ب مفتوح ، د ساکن) ، جمع ہے بدخ (ب ، د مفتوح) کی ، بطخیں .

لولیاں ، (وارو مجبھول) لوریاں .

پچھسی کی بساط کے چار بازوؤں کو چار چمن ' اور اس کے " گھروں " کو چار آنگن کہا ہے ؛ اور چار گوتوں کو چار شمع دانیاں فرض کیا ہے . چال چلتے کے لئے جو کوریاں پھینکی جاتی ہیں ، ان کو اٹیپر متیور (بی منجھول) کا فرضی نام (بصیغہ جمع) دے کر لزنت پہلوان بنایا ہے ؛ اور وہی کوریاں بطنخیں بن کر لوریاں دینے آئیں ہیں . کوریاں کے لڑنے اور ٹکرانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے ، اسی کو ان کی " لوریاں " کہا گیا ہے . یہ کہیل ہے ، اور اس کا دل کش بیان ہے .

گیارہویں فصل

آسمان و زمیں ، اجرام فلکی ، سال و ماہ

(۲۱۰) تھام نہیں سو ملندوا .

[آسمان

آسمان کو بغیر ستاروں کا ملندوا کہنا عام ، مگر قابل تعریف ، تخیل ہے .

(۲۱۱) بستی تمام پیک چادر .

[آسمان

اس میں صرف حرف چار کی کسر ہے . کہنا یہ ہے کہ ساری

بستی ، یعنی تمام دنیا ، پر ایک چادر تھی ہوئی ہے . اس سے آسمان

کے سوا اور کیا مراد ہوسکتی ہے ؟

(۲۱۲) پیک چان ، چوبیس تارے . موتھی دے کو پدک ہارے .

[آسمان

فائدہ : چان ، چاند . چوبیس کا عدد دکھنی محاورے میں اس لفظ

سے ادا نہیں کیا جاتا . دکھنی میں چوبیس کو " بیس پو چار " (یعنی

بیس کے اوپر چار) کہتے ہیں . یہاں لفظ چوبیس سے ”بہت سے“ بے شمار“ مقصود ہے . اسی معنی میں لفظ ”پچیس“ بھی استعمال ہوتا ہے ؛ پچیس کے عدد کو ”بیس پو پانچ“ کہتے ہیں . موتھی ، موتی . پدک (پ اور د مفتوح) ، گلیے کا ایک زیور ، مالا .

پہلے جملے میں رات کے آسمان کا سماں دکھایا ہے ، اور بالکل صاف صاف بیان کر دیا ہے . دوسرے جملے میں موتیوں سے ستارے ، اور مالا سے تمام تارے (مجموعی حیثیت سے) مراد ہیں . اس (دوسرے) جملے میں دن کے وقت کا آسمان مقصود ہے .

(۲۱۳) زمیں اتا توا ، اسمان اٹی روٹی ، تاز کے جھاڑ اٹی نلی .

[زمیں ، اسمان ، جھاڑ]

فائدہ : اتا (الف مضموں ، ت مشدد) اسم عدد غیرمعین مذکر ، اتنا ، اٹی (الف مضموں ، ت مشدد) اسم عدد غیرمعین مؤنث ، اتنی . توا (واو مشدد) ، توا . نلی (ل مشدد) ، نلی ، ہڈی .

شروع سے آخر تک کھانے کے سامان کا استعارہ ہے : توا ہے ، روٹی ہے ، اور نلی ہے . توا اور روٹی مدراس دکھن میں غیر معمولی چھڑ ہے ، کہوں کہ ان کے ہاں روٹی بہت ہی کم کھائی جاتی ہے . غالباً پہیلی کی شان پیدا کرنے کے لئے ان غیر معمولی چیزوں کا ذکر ضروری سمجھا گیا ہے . یوں پہیلی بالکل صاف ہے . زمیں اور آسمان کا ذکر تو صاف صاف موجود ہی ہے ، تاز کے درخت (جھاڑ) کے برابر نلی سے بھی آسانی سے درخت کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے . اسے گویا دکھنی کی کہہ مکرہی کہنا چاہیے . تاہم ، اس بلا کی صاف گوئی نے پہیلی کا لطف کیسا برباد کیا ہے !

(۲۱۴) کالا کوت ' کے منارے . اُس میں پھرتے دو بلجارے .

[آسمان ' چان ' سورج]

فائدہ : (ک مفتوح) ' کئی ' متعدد . سورج کے تلفظ میں واو

مکسور ہے .

یہ سنگ سیاہ کا بنا ہوا " کالا کوت " آسمان ہے ؛ اور اُس میں جو دو بلجارے پھرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں ' وہ چاند اور سورج ہیں . لیکن اُس کوت میں یہ مینار (منارے) معلوم نہیں کیا چیز ہیں .

دو بلجاروں کا تخیل ایک ہندوستانی پہیلی میں بھی ہے '

جس میں کئی باتوں کو جمع کہا گیا ہے :

چار کھونت ' چودہ چوبارے ' جن میں کھیلیں دو بلجارے .

سونے کا تربوز گھڑتے گھڑتے گر پڑا ' اُملی کٹارے چھڑ پڑے .

[اُس میں کھونت سے سمتیں مراد ہیں ؛ چوبارے زمین اور

آسمان کے طبق ہیں ؛ دو بلجارے چاند اور سورج ہیں ؛ سنہرا تربوز

سورج ہے ' اور اُملی کٹارے ستارے ہیں .]

(۲۱۵) آیارے مالی ' آرایارے پھول . سرمے کی چدر پو سنے کے پھول .

[آسمان بھی تارے]

چاند کو مالی فرض کیا گیا ہے ' جس نے یہ ستاروں کے پھول

بکھیرے ہیں (آرایا) . سرمے کی چادر (چدر) آسمان ہے ' جس پر

سنہرے (سنے کے) پھول تلکے ہیں .

اسی مضمون کی امیر خسرو کی پہیلی بہت مشہور ہے :

ایک تھال موتیوں سے بھرا ' سب کے سر پہ اوندھا دھرا .

چاروں اور وہ تھال پھرے ' موتی اس سے ایک نہ گرے !

(۲۱۶) اودا رمال ، سفید سفید پھولیں .

[آسمان بھی تارے

یہاں آسمان کو اودے رنگ کے رمال (رمال) سے تشبیہ دی ہے ،
اس پر بہت سے سفید سفید پھول بنے ہیں .
(۲۱۷) سل کے نیچے نیل کے دانے .

[آسمان بھی تارے

اس پہیلی میں آسمان ایک سل بن گیا ہے ، جس کے نیچے
(نیچے) نیل کے دانے ، یعنی ستارے ، پڑے ہیں .
(۲۱۸) نیل کی چندر پو چاندی کے پھول . مہرا مسلا نہیں بوجے
سو اس کے دھیلے میں دھول .

[آسمان بھی تارے

نیل کی چادر (چندر) ظاہر ہے کہ آسمان ہے ، اور اس پر جو
چاندی کے پھول ہیں وہ ستارے ہیں . دوسرے جملے میں دھی معمولی
دھمکی ہے کہ جو میری پہیلی نہ بوجھے (بوجے) ، خدا کرے اس کے
دھیلے میں دھول ہو .

ایک ہندستانی پہیلی میں اس نیلی چادر کا تختہ یوں
ادا ہوا ہے :

نیلی چادر میں چاول باندھے ، دن کو کھوے رات کو پاوے .
(۲۱۹) تگی بوزی بوزی ، سنے کا کتھورا ، چور چھتا ، چرا نہ
سکتا .

[چان

فائدہ : تگی (ت مضموم ، ت مشدد) — صحیح تلفظ میں ت کا
پیش اس قدر ڈھیلا ہوتا ہے کہ قریب قریب واو متجہول سا بن جاتا

ہے (' گملا . بوڑی (واو مجہول) ' خالی . کتھورا (ک مضموم ' واو مجہول) ' کتھورا . چہتا (چ مفتوح) ' چاہتا . چان ' چاند . ایک خالی سا گملا ہے ' ایک سلہرا (سلے کا) کتھورا ہے — یعنی چاند — جسے چور ہزار چاہتا ہے کہ چرا لے ' مگر نہیں چرا سکتا ؛ کیوں کہ وہ اس کی پہنچ سے بہت دور ہے .

اسی تخیل سے ہمارے ہاں بھی ایک چھوٹی سی پہیلی ہے کہ :
چور تکتا ' لے نہ سکتا .

ایک پہیلی میں چاند اور ستاروں کو یوں جمع کیا ہے :
پرات جتنی دوتی ' اور گلگلوں کا ڈھیر ' .

لیکن بہترین اور مختصر ترین پہیلی ' جو ہمارے بچوں میں
رائج ہے ' یہ ہے :
اللہ کا دیا سر پر .

امیر خسرو نے ایک کہتہ مکرپی یوں کہی ہے :
اونچی اتاری پلنگ بچھایو . میں سوئی ' میرے سر پر آہو .
کھل گئی انکھیاں ' بھئی انند اے سکھی ' ساجن ؟ ناسکھی ' چٹ !
(۲۲۰) بہار سے آئے شہزادے ' گھر میں پری . زر بشت کی چدر
پو چراؤ کے پھول .

[چان بھی تارے

فائدہ : بہار ' باہر .

یہ شہزادے صاحب چاند ہیں ' جن کا ایسے ادب کے ساتھ نام
لپا گیا ہے . گھر والی پری کی دو طرح ترجیح کی جاتی ہے : گھر کی
بی بی ' اور چراغ . اس پری پر (جیسا کہ اردو اور دکھنی ' بلکہ کہنا
چاہیے کہ ہندی اور ایرانی ' کہانیوں کی خصوصیت ہے) یہ شہزادہ

عاشق ہے . دریافت کی چادر آسمان ہے ، جس پر جہاز کے پھول لگے
ہیں .

(۲۲۱) چاندی کا کتھورا . چور کرتا ، اتھا نہیں سکتا .

[چان

یہ کتھورا (کتھورا) چاند ہے . دوسرے جملے میں وہی خیال ادا
کیا گیا ہے ، جو اوپر (شمار ۲۱۸) آچکا ہے .

(۲۲۲) سکے تلاب میں چاندی کا کتھورا .

[آسمان بھی چان

فائدہ : سکے (س مضموم ، ک مشدد) منجرور صورت ہے سکا
(س مضموم ، ک مشدد) کی ، یعنی سوکھا ، سوکھا ہوا .

یہاں آسمان کو سوکھا ہوا تلاب (تلاب) فرض کیا ہے ، جس
میں چاندی کا ایک کتھورا پڑا ہے — جو چاند ہے .

(۲۲۳) پیک گلاب کا پھول ، سارا مندوا چھایا . باپ پیٹ میں
بیٹا شادی کر لے کو آیا .

[چان ، تارے ، سورج

یہ ایک (پیک) گلاب کا پھول جو سارے مندوے پر چھا رہا ہے ،
چاند ہے ، جس کی روشنی پورے آسمان (مندوے) پر چھائی ہے .
باپ ، یعنی سورج ، ابھی پیدا نہیں ہوا (پیٹ میں) ہے ، یعنی کل صبح
کو نکلے گا ؛ مگر بیٹا (یعنی چاند) جوان ہو گیا ہے اور اپنی شادی
رچا رہا ہے ، جس میں اتنے سارے چمکتے دمکتے تارے جلوس میں
شریک ہیں .

(۲۲۴) خدا کا دیا سرتا نہیں . بندے کا دیا بھرتا نہیں .

[چان

فائدہ : سرتا نہیں (س مفتوح) ' ختم نہیں ہوتا . بھرتا نہیں (بہ مفتوح) ' پورا نہیں پرتا .

لفظ دیا میں توریہ ہے ' جس کے دو معنی ہیں : اس نے دیا ' اور چراغ . " خدا کا دیا " میں وہی تکمیل ہے ' جو اوپر کی ایک پہیلی (شمار ۲۱۸) کے ضمن میں ہندوستانی پہیلی " اللہ کا دیا سر پر " میں ہے . دوسرے جملے میں لفظ دیا کے پہلے مفہوم لے کر اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور بندے (انسان) کی دی ہوئی چیزوں کا مقابلہ کیا ہے . اللہ کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں . مگر انسان کے عطیے کسی طرح ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے . دوسرے (یعنی چراغ کے) مفہوم میں کل چستہاں کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ کا چراغ نہیں بجھتا ' مگر انسان کے ہمارے ہوئے چراغ بجھ جاتے ہیں .

(۲۲۵) ہاتھ ہدیح ' پھول تہیح . مالی گوند نہ سکے ' بادشاہ پہن نہ سکے .

[تارے]

فائدہ : ہدیح (ہ ' د مفتوح) ' لفظ مہسل . تہیح (ت ' ب مفتوح) طبق . گوند (واو معروف ' نون غلہ) ' گوندہم نہ سکے . پہن (ی مچھول) نہ سکے ' پہن نہ سکے .

یہ پھول ایک نہیں بلکہ بہت سے ہیں ' جن کو نہ مالی گوندہم کر ہار بنا سکتا ہے اور نہ بادشاہ جیسا دولت مند اور مقتدر شخص پہن سکتا ہے . یہ پھول ایک طبق میں بھرے ہوئے ہیں — تارے آسمان میں ہیں . (۲۲۶) تارا توڑوں ' تکر توڑوں ' توڑوں من کا تاگا . ہتھی پو نوبت بجا لے کر آیا ملک کا راجا .

[پرسات ' بارش]

فائدہ : تازا ، غرور ، تکبر . تکر (ت مفتوح ، ک مشدد مفتوح)
 مہسل لفظ ہے جو تازا کی صوتی مناسبت کے لیے استعمال کیا گیا ہے .
 ہنسی (ہ مفتوح ، تہ مشدد) ، ہانسی .

پہلے جملے سے اس کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس
 میں ت اور ر کی تکرار سے ایک شان و شکوہ کا اظہار ہوتا ہے ، جو ملک
 کے ایسے قہر مان بادشاہ کے شایان شان ہو جس کے جلوس میں ایسے
 طمطراق سے ہاتھیوں پر نوبت بچتی چلی آتی ہے . یہ ہانسی بادل
 ہیں ، اور نوبت میلہ کے برسے کی آواز ہے .

اہل پتلہ کا تخیل ملاحظہ ہو :

اروت کی کوتھڑی ، پروت کا پہار ، لونگوں کی جھنجھری ، پھولوں
 کا ہار .

اس مضمون کی امیر خسرو کی مشہور کہہ مکاری ہے :
 املت گمہلت کر وہ جو آپا ، اندر میں نے پلنگ بچھایا .
 میرا وا کا لاگا نیہ . اے سکھی ، ساجن ؟ ناسکھی ، میلہ !
 (۲۲۷) راجا کے راج میں نہیں ، مالی کے باغ میں نہیں . کھاتے ،
 پن توڑتے نہیں .

['کار' اولے

فائدہ : پن (پ مفتوح) ، پر ، مگر . نہیں (پہلا نون مفتوح) ، نہیں .
 اس میں شبہ نہیں کہ اچھی پہیلی ہے .

ہمارے ہاں کی ایک نہایت مقبول پہیلی میں بھی یہی تخیل

کار فرما ہے :

یہاں نہیں ، وہاں نہیں ، خانم کے بازار نہیں ؛ چھیلو تو چھلکا
 نہیں ، چوسو تو گتھلی نہیں .

لیکن امیر خسرو کی اس پہیلی کا تھاتھ قابل داد ہے :

اجل اتیت موتی برنی . پائی کلمت دیہ موے دھرنی .
 جہاں دھری تھی ' وہاں نہیں پائی . ہات بزار سب ہی کھونڈھ آئی .
 اے سکھی اب کھچھے کھا ؟ پی مانگے تو دیچھے کھا ؟ !
 (۱۲۸) اخل کا پھل بخیل کے ہاں نہیں . کھائے سو چیز دنیا

میں نہیں .

[گار

فائدہ : اخل (الف مفتوح ' خ مشدد مفتوح) ' عقل .

خالص دکھنی تکھیل ہے . الفاظ ضرور اچھے ہیں . اولے کی کس
 قدر صحیح تعریف کی ہے !

(۲۲۹) سنگ چور ' موتھی بہم . دیا دھرم . ہات میں
 نہیں ' بزار میں نہیں ' جہاں دیکھے وہاں نہیں ' بادشاہ کے دربار میں
 نہیں . دیکھو بادشاہ کی چترائی : ہات لگائے چوری آئی .

[گار

فائدہ : چور (وار معروف) ' چورا چور ' توتا ہوا . موتھی (واو
 منجھول) ' موتی .

کہنے والی افسوس کرتی ہے کہ پتھر چور چور ہو گیا . اب تک
 میرا بہم قائم تھا ' جس کی آب اور قیمت موتی کی سی ہے . الہ (پیا)
 نے ایمان دیا ہے ' اور وہ صحیح سلامت ہے . مگر بادشاہ نے بڑی عقل مندی
 (چترائی) سے کام لیا کہ ایسی نازک چیز میرے پاس امانت
 رکھی کہ اسے ہاتھ لگاتے ہی میں چور بن گئی . لامحالہ سننے والے
 ہمدردی کریں گے ' کہ اولا چیز ہی ایسی ہے کہ ہاتھ میں لیتے ہی گھل
 کے ختم ہو جانا ہے ' تم کہوں درو .

اس پہیلی کا آخری جملہ تقریباً رہی ہے ، جو امیر خسرو کی ایک مشہور اور مقبول پہیلی میں ہے : دیکھ سکھی پی کی چترائی ، ہاتھ لگاوت چوری آئی .

(۲۳۰) کانچ کی باوڑی ، موتھی کے لڑیاں . پاؤں دھوئے ، پانی نہ پیتے .

[شبہم]

فائدہ : باوڑی ، کواں . پاواں ، جمع پاؤں کی . موتھی ، موتی .
موتھیوں کی لڑی کا تخیل ہمارے ہاں کی ایک عام پہیلی میں بھی موجود ہے :
ہری ہریالی ، موتھیوں کی جالی ؛ چاند کی بہن ، سورج کی سالی .

(۲۳۱) کانچ کی باوڑی ، موتھی کے لڑیاں . جہاز دھوئے ، پانی نہیں پیتے .

[شبہم]

شیشے کے کوئیں اور موتی کی لڑیوں کا تخیل اس میں اور اس سے قبل کی پہیلی میں مشترک ہے . یہ خیال البتہ اچھا ہے کہ اس سے پورے پورے درخت (جہاز) دھل جاتے ہیں ، مگر پھر بھی اتنا پانی نہیں ہوتا کہ پھا جاسکے .
ہمارے ہاں بھی ایک پہیلی اسی تخیل پر مبنی ہے ، لیکن اس سے بہتر ہے :

اوگھت گھات گھڑا نہیں توپے ، ہاتھی کھڑا نہاے .
پیپل پیڑ پھلنگ تک توپے ، چڑیا پیاسی جاے .
اھل بہار اس میں زرا سا تغیر کر کے یوں کہتے ہیں :

اسی کوس کا پوکھرا 'جس میں ہاتھی کھڑا نہاے .
 بجر پرے ایسے پوکھرے پر ' فاختہ پھاسی جاے .
 (۲۳۲) بیک چمچا آتا ' گھر بھر باتا .

[روشنی

بھر اور باتا (بانٹا) کے لفظ بتا دھ میں کہ یہ پہیلی خالص
 دکھنی نہیں ہے . چلتانچہ ہمارے ہاں روشنی کی ایک بہت مشہور
 پہیلی کے الفاظ یہ ہیں کہ " مٹھی بھر آتا ' گھر بھر بانٹا . "

(۲۳۳) ڈھال ماروں تلوار ماروں ' نہ کتے وو بیل . مہرا مسلا نہیں
 بوجھا سو حیدر آباد کا دھیر .

[سایہ

فائدہ : نہیں بوجھا ' جس نے نہیں بوجھا . دھیر (ی مجہول) '
 چمار ' پاسی وغیرہ کی طرح کی ایک بہت نیچ ذات قوم کا نام ہے .
 پہلے جلسے کا تخیل ہمارے ہاں کی ایک پہیلی میں بھی
 موجود ہے :

سل بھو تے ' سل بٹا پھو تے ' وہی چیز کبھی نہ پھو تے .
 ایک اور پہیلی ہے : پیچھو پیچھو سب کے دھاوے ' جت اجیارو
 ات نہیں آوے .

اسی تخیل کو " کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا ہوتا ہے انسان
 سے " ایک پہیلی نے خوب ادا کیا ہے :

اک ناری کا میلو رنگ . لگی دھ وہ پی کے سنگ .
 اجھاری میں سنگ براجے ' اندھیری میں چھوڑ کے بھاگے
 مہرزا سودا نے اور زیادہ وسیع نظر سے کام لیا ہے :
 کون نار ' جو دن اور رات دھتی ہے وہ سب کے سناٹہ

خالی نہ اُس سے کوئی نانہہ جو ہے دیکھو اُس جگہ ماتھہ .
 سودا کی کلیات میں سائے کی ایک اور پہیلی یوں درج ہے :
 عجب طرح کی ہے اک نار ، اُس کا کیا میں کروں بچار !
 نس دن تولے پی کے سنگ ؛ لاگ رہے وا کے انگ .
 دیا پیرے تو وہ شرمائے ، ڈھگ سے سرک وہ دور ہو جائے !
 اسی پہیلی کو جناب مسعود امین چریاکوٹی نے امیر خسرو کی
 پہیلیوں میں یوں درج کیا ہے (جواہر خسروی، حصہ چہستان، ص ۱۳) :
 عجب طرح کی ہے اک نار وا کا میں کیا کروں بچار
 دن وہ دھ بدی کے سنگ لاگ دھئی نس وا کے انگ
 دوسری بیت میں ”بدی“ اور ”دھئی“ غور طلب ہیں . اوپر
 کی پہیلی سے واضح ہوتا ہے کہ بدی کی جگہ پی اور دھئی کی جگہ دھے
 ہونا چاہیے . یہ امر تحقیق طلب ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کون
 اُس پہیلی کا مصنف ہے .

سید انشا کا چوچلا بھی ملاحظہ ہو . مستزاد درمستزاد ریختی
 میں کہتے ہیں :

اندھیری میں جو پیت سے ہو ، کون بھلا وہ .
 جھٹ جن پڑے وہیں
 پاوے جو اچالا ؟
 لڑکا جو نگورزا جنے سو بھوت سے کالا ،
 اے دائی جنائی !
 پرچھائیں ، اری بی !!

(۲۳۴) بیک جناور ہر ، اُس کے لگے ہیں تیس پر .

[مہنے کے دنوں]

فائدہ : ہر ' پر (پ مفتوح) کے لیے قافیہ مہینہ . مہینا
(م مکسور) ' مہینا . دنان ' دن کی جمع ہے .
یہ جانور مہینا ہے ' اور اس کے تیس پر تیس دن ہیں .
(۲۳۵) پیک سندھ ' بارا خانے ' تیس دانے .

[سال ' مہینا ' دن

فائدہ : سندھ (س مضموم ' دال مفتوح) ' صندوق .
ہمارے ہاں کی بھی ایک پہیلی میں اسی طرح سال ' مہینا
اور اس کے تیس دن جمع کیے گئے ہیں :
ایک صندوقچی ' بارا خانے ' ہر خانے میں تیس تیس دانے .
(۲۳۶) پیک جہاز تیس دالے ' آدھے سفید آدھے کالے .

[مہینا بھی دن

فائدہ : دالے ' دالیاں ' شاخیں . سفید (س مفتوح ' ی معروف) ' سفید .

مہینے کو درخت (جہاز) سے ' اور اس کے تیس دنوں کو دالوں
سے تشبیہ دی ہے . یہ مہینا قمری ہے ؛ اس لئے آدھے دن سفید یعنی
روشن ہیں ' اور آدھے کالے یعنی تاریک ہیں .

(۲۳۷) پیک سندھ ' بارا خانے . پیک خانے میں تیس
تیس دانے : آدھے کالے آدھے اچلے .

[سال ' مہینا ' دنان ' راتان

فائدہ : سندھ ' صندوق . مہینا ' مہینا . دنان ' جمع ہے دن کی ؛
اور راتان ' رات کی .

یہ پہیلی اس سے قبل کی دونوں پہیلیوں کے الفاظ اور ان کے
تخیل کا مجموعہ ہے .

(۲۳۸) پانچ کو پہچاننا ، بیس کی گردن مارنا . کھڑے سو جہازاں پڑیں گے ، اکس کے پھول کھلیں گے .

[نمازاں ، ناخناں ، ادمیاں ، تارے]

فائدہ : پہچاننا (پ مکسور) ، پہچاننا .

ہر ایک جملہ بالتدریج نماز ، ناخن ، آدمی اور تارے کا مظہر ہے . پانچ سے پانچ وقت کی نماز مراد ہے ؛ بیس ناخن ہیں ؛ کھڑے ہوئے درخت (جہازاں) رات کے وقت سونے کے لیے گر پڑتے ہیں ، یعنی لہت جاتے ہیں ؛ اور وہی وہ وقت ہے کہ جب اکس کے پھول ، یعنی تارے ، کھلتے ہیں .

بِس اُتَّاج .

۱
۱۳۶
۱۸
۱۵۲

صحت نامہ

در معرض عذر خواہی این - آن بہ کہ کلمہ بعضی اقرار

صفحہ	سطر	فصل	صفحہ
۴	۳	()	()
	۲۳	مسلمانوں	مسلمان
۸	۳	لاوتا	لوتا
۱۰	۱۳	لفظ پر کے بعد لفظ جاتے پڑھا لیتا چاہیے .	
۱۱	۱۱	لفظ کتا کے بعد قوس ابتدائی () پڑھا لیتا چاہیے .	
	۱۶	= چوٹی	= چوٹی
۲۴	۹	یقین	یقین
۲۵	۱۰	منہ	منہ
۲۷	۱۳	آسمان	آسمان
	۱۹	زمین	زمین
۲۹	۳ ، ۴	کہیں	کہیں
	۷	کبھی	کبھی
۳۶	۱۵	پہاڑ	پہاڑ
۳۹	۸	میرزا رفیع سودا	سید انشاء اللہ انشا
۴۲	۳	مفہوم	مفہوم
۴۳	۶	!	.
۴۴	۶	مفہوم	مفہوم
۴۵	۱۴	بالآخر	بالآخر
۴۸	آخری	سطر میں لفظ یہاں کے بعد لفظ بھی پڑھا لیتا چاہیے .	
۴۹	۱۴	پہلے	پہلے
۵۰	۱۲	مل مل میں دونوں لام کے نیچے زیر غلط ہے . میم مکسور ہیں	
		نہ کہ لام .	
	۱۷	متھائی گو	متھائی گو

(ہا)

گات	گات	۱۱	۵۳
مقصود	آخری مقصور	۵۶	۵۶
کوٹھڑی	کوٹھڑی	۳	۵۸
پہاڑ	پہاڑ	۱۵	
جہاز	جہاز	۱۸	
آخری سطر میں لفظ جام کے بعد لفظ چھوٹی بڑھا لیتا چاہیے .			
	سوالیہ کا نشان (?) نہ ہونا چاہیے .	۶	۵۹
صوت	صوت	۲	۶۰
خبر	خبر	۷	
پہاڑ	پہاڑ	۱۹	۶۲
بادشا	بادشاہ	۱۹	
لفظ تہل کے بعد لفظ اور ، تہ کے بعد ” اور یہ “ بڑھا لیتا چاہیے .			
ہیں	ہے	۲۰	
لفظ مجہول کے بعد لفظ سے بڑھا لیتا چاہیے .			
پہلک	پہلک	۷	۶۸
انشا	انشاء	۲۲	
سکی	سکھی	۷	۷۲
قافیہ	قافیہ	۳	۷۳
دئے	دئے	۱۶	
لفظ سکم کے بعد ایک ابتدائی قوس (بڑھا لیتا چاہیے .			
کو سنئے	کو سنئے	۶	۷۵
اس سطر کے آخر میں اس پہیلی کی بوجھ ” جوں “ بڑھا لیتا چاہیے .			
۵			۷۷
بوڑکا	بوڑکا	۶	۷۹
کو تپڑھا	کو تپڑھا	۱۲	۸۹
اس سطر کے آخر میں اس پہیلی کی بوجھ ” نادل “ بڑھا لیتا چاہیے .			
۸			۹۲
۱۶۷	آخری	۱۶۶	۹۶
تلیہ	تلیہ	۲۱	۱۰۰
ہاتھوں	ہاتھوں	۱	۱۰۱
وونیں	وونیں	۹	
بگڑا	بگڑا	۱۶	۱۰۷

(ج)

ہمارے	ہماری	۱۶	۱۱۰
چوچلا	چوچلا	۱۴	۱۱۳
کی ایک	کی بھی ایک	۹	۱۱۴
آئی	آئیں	۵	۱۲۱
دے	واو	۳	۱۲۳
ضروریات	ضروریات	۹	۱۲۷
بادشا	بادشاہ	۱۲	
مچھول	مچھول	۱۷	
۲۲۸	۱۲۸	۵	۱۲۹
بادشا	بادشاہ	۱۳، ۱۲	
واو	واو	۱۵	
اور	آخری	۱۳۱	
شرمائے	شرمائے	۵	۱۳۲
بارہ	بارا	۹	۱۳۳

فرہنگ

ان صفحوں میں الفاظ کی نکھی توضیح کے لیے یہ اشارات استعمال کیے گئے ہیں :

امث سے اسم مونث مراد ہے ؛ امث سے اسم مذکر ؛ صفت سے صفت
مونث ، صفت سے صفت مذکر ، اور متکسر صفا سے صفت .

ا

ا پر : الف مقصور ، پ مشدد مفتوح—طرف . اور ، اور پر
کی طرف .

ا تا : (۱) الف مفتوح ، ت مشدد—عدد غیر معین . اتھا . (۲) الف
مقصور—اٹھا .

اٹی سری کی : الف مفتوح ، ت مشدد ، س مکسور . اٹلی سی ،
ڈراسی ، چھوٹی سی .

اچک : الف مکسور ، چ مشدد مفتوح—صفا . باہر نکلے ہوئے
(دانست) ، کھینچیں .

ادمی : الف مفتوح—امث . آدمی ، شخص .

اقل : الف مفتوح ، غ مشدد مفتوح—امب . چٹکنی (دروازے کی) .

الٹھا : الف مقصور ، ل ساکن—صفت . الٹا ، سرنگوں .

- المار : الف مفتوح ' ل ساکن—امذ . الماری .
 انانمس : پہلا الف اور دوسرا نون مفتوح—امذ . انناس .
 انگار : الف مفتوح ' ن غلہ—امذ . انگارے ' بڑی بڑی چلگاریاں .
 انگلی : الف مفتوح ' ن غلہ ' گ ساکن—امذ . انگلی ' انگشت .
 انگن : الف اور گ مفتوح ' پہلا نون غلہ—امذ . آنگن ' صحن .
 انوں : الف مضموم ' وار مجہول—ضمیر جمع فائِب مذکر مونث .
 وہ ' وے ' .
 آئیں : ت مفتوح—فعل حال ' جمع مذکر مونث . آئے (آئی) ہیں .
 آدا : اسم عدد—آدھا ' نصف .

ب

- بارا : امذ . ہوا ' یوں ' باد .
 بدخ : ب دال مفتوح—امث . بطا ' بطخ .
 بدی : ب مضموم ' ق مشدد—صفت . بدھی ' بوڑھی عورت .
 برہت : دونوں ب مفتوح—امذ . امچور ' آم کی سوکھی شوی پھانکیں . سیم ترکاری کی ایک قسم .
 بڑبڑانا : دونوں ب مضموم ' پہلی ز ساکن—مصدر . بڑبڑانا ' بڑبڑ کرنا ' بکنا .
 بگڑا : ب مضموم ' گ ساکن—امذ . کان کا ایک زیور ' بندا ' آویزہ .
 بمڑی : ب مفتوح ' م ساکن (یا خفیقا طور پر مشدد)—امث .
 ہم ' شل شور .

بلنگری : ب مفتوح ' ن غلہ گ ساکن—امٹ . چوڑی (ہاتھ میں
 پہننے کی) . تامل زبان کے اسی لفظ سے انگریزی لفظ bangle بنا ہے .
 بوت : واو مجہول—امٹ . املی کا پھل ' چیاں .
 بوجنا : واو معروف—مصدر . بوجھنا ' معلوم کرنا ' بتانا .
 بوجن ہار : واو معروف ' چ مفتوح—اسم فاعل مذکر . بوجھن ہار
 بوجھنے والا ' بتانے والا .
 بوزکا : واو مجہول ' ر ساکن—صفت . گنجنا ' بے بالوں کا .
 بونچ : واو معروف ' ن غلہ—امٹ . پھپوندی .

پ

پاواں : امٹ . پاؤں کی جمع .
 پچھاننا : پ مکسور—مصدر . پہچاننا ' جاننا ' سمجھنا .
 پدک : پ ڈال مفتوح—امٹ . گلے کا ایک زیور ' مالا .
 پکارا : پ مضبوط—امٹ . پکار ' آواز ' چیخ . بولنے کا طریقہ .
 پن : پ مفتوح—حرف استثنا . پیر ' مگر .
 پلنگو : پ مفتوح ' ن ساکن ' واو معروف—امٹ . پھل ' پھر کی
 شکل اور مقدار کا (کوئی) پھل .

پیو : واو مجہول—حرف جار . پیر ' پے ' پیے .
 پوجنا : واو مجہول—مصدر . پونچھنا ' صاف کرنا .
 پھتر : پھ مفتوح ت مشدد مفتوح—امٹ . پتھر ' سنگ .
 پھنس : پھ ن مفتوح—امٹ . کتھل پھل .
 پھودا : واو مجہول—صفت . نرم سی چیز .

پہرنا : ی مجهول—مصدر . ہونا ، پہنچ لگانا .

پہلنا : ی مجهول—مصدر . پہلنا ؛ اڑھلنا .

ت

تازا : امذ . گھیلنا ، غرور ، تکبر .

تاز چکا : چ مفتوح ؛ ک مشدد—امذ . تاز کا پھل .

تبیح : ت ب مفتوح—امذ . عربی لفظ طبیق کا دکھنی تلفظ ہے ؛

طبیق ، طبائی .

تبرک : ت مفتوح ، ب ساکن ، مضموم—امذ . تبرک ، برکت

کی چیز .

تبی : ت مکسور ، مرکب ہے تو (وار مجهول) اور بھی کا ، تو بھی .

تبی : ت مضموم ، ت مشدد—صفث . توتی ہوئی ، شکستہ .

ترا : ت مضموم—امذ . طرہ ، پھلنا .

ترتر : دو تون ت مضموم—صف . جلدی جلدی ؛ تیزی ، پھرتی ،

طراری سے .

تھ : ت مفتوح—امذ . نشت ، تھال .

تکڑا : ت مضموم ، ک ساکن—امذ . تکڑا .

تگ : ت مفتوح—حرف جار . تک ، تلک .

تلیے : ت مفتوح ، ل مشدد—ظرف . تلے ، نیچے .

تمبی : ت مضمون ، م ساکن—امث . تدی ، تیزی .

تسین : ت مکسور ، ی مجهول—ضمیر جمع حاضر مذکر و

مؤنث . تم .

تیرنا : ی معروف—مصدر . تیرنا ، تیرنا .

تیرھا : ی مجهول ، تہ مرکب—صفت . تیرھا .

ج

جانیوں : ت مفتوح—فعل حال . (۱) جمع فائب مذکر و مونث
وہ جاتے (جائی) ہیں . (۲) جمع حاضر مذکر و مونث ، تم جاتے
(جانی) ہو .

جگتہیں : ج ت مفتوح ، ک ساکن—فعل حال . (۱) جمع فائب
مذکر و مونث ، وہ جاگتے (جاگتی) ہیں . (۲) جمع حاضر مذکر و مونث ،
تم جاگتے (جاگتی) ہو .

جگتہیوں : ج مفتوح ، گ ساکن ، ی مضموم—فعل حال ، واحد
مستکلم مونث . میں جاگتی ہوں .

جلبیلانا : ج ب مضموم ، پہلا ل ساکن—مصدر . جلبیلانا ، جلدی کرنا .
جھاز : امڈ . درخت .

جھلیں : جھ مفتوح ، ن مشدد—امڈ . جھنجھلناہٹ .

جھپتری : دونوں ی معروف ، ت ساکن—صفت . جھپتری
بڑے بڑے اور الجھے ہوئے بالوں والی .

چ

چان : امڈ . چاند ، قدر .

چپل سید : چ مفتوح ، پ مشدد مفتوح ، ی مجهول ، ن غلغہ—
امڈ . ناگ پھلی .

- چٹلا : چ مفتوح ، ت ساکن—صفذ . چکلا ' چوڑا .
 چڑانا : چ مفتوح—مصدر . چڑھانا .
 چڑنا : چ مفتوح—مصدر ، چڑھنا ' اوپر کو جانا .
 چڑی : چ مضموم—امت . چڑیا .
 چک : چ مفتوح—امذ . پھل ' ٹمر .
 چلا : چ مضموم ' ل مشدد—امذ . چولہا .
 چمٹی : چ مضموم ' م ساکن—امت . چھونٹی .
 چھبی : چھ مضموم ' ب مشدد—امت . ڈبکی ' فوطہ .

خ

- خابا : صفت—عربی لفظ قحطہ کا دکھنی تلفظ ہے .
 خازی : امذ . عربی لفظ قابضی کا دکھنی تلفظ ہے .
 خزان : خ مضموم—امذ . لفظ قرآن کا دکھنی تلفظ .
 خلم : خ ل مفتوح—امت . قلم .

د

- داترا : ت ساکن—صفذ . دنتیلا ' دانت نکالے ہوئے ' روا جس کے
 دانت دکھائی دیتے ہوں .
 دھکا : واو مجہول—امذ . دھوکا ' فریب ' دغا .
 دیڑ : ی مجہول—اسم عدد . دیڑھ ایک اور آدھا .
 دیوال : ی معروف—امت . دیوار .
 دیوک : ی معروف ' و مفتوح—امت . دیھک .

د

دغلا : دال مفتوح ' غ ساکن۔ امد . دگلا .
 دلی : د مفتوح ' ل مشدد۔ امد . بوٹی (گوشت کی) ٹکڑا .
 قیمت : ی منجھول۔ امد . دنگھل ' پھل کے اوپر کی دندنی .

)

دکھابی : د مفتوح۔ امد . دکابی ' پلیٹ .

س

ساب۔ امد . عربی کے معروف لفظ صاحب کا دکھنی تلفظ ہے .
 ستا پھل۔ س مکسور۔ امد . سینا پھل ' شریفہ .
 ستنا : س مفتوح ' ت ساکن۔ مصدر . پھینکنا .
 سدا : س مکسور ' دال مشدد - صفت . سیدھا .
 سدی : س مکسور ' دال مشدد . (۱) امد . شیدی ' حبشی .
 (۲) صفت : سیدی .

سرائی : س مضموم۔ امد . صراحی .
 سرسا : س مفتوح ' ر ساکن۔ امد . سرس (درخت) .
 سرنا : س مفتوح۔ مصدر . ختم ہوجانا ' پورا ہوجانا .
 سکا : س مضموم ' ک مشدد۔ صفت . سوکھا ' خشک .
 سکی : س مضموم۔ امد . سکھی ' سہیلی .
 سلنا : س مضموم ' ن مشدد۔ امد . سونا ' زر .

سندھ : س مضموم ' ذال مفتوح یا مضموم — امٹ . صدوق ' بکس .
 سوب : واو مجہول — عدد . سب ' کل ' تمام .
 سہیلی : س مضموم ' واو مجہول — امٹ . سہیلی ' سکھی .
 سیلا : ی مجہول — امٹ . کپڑا ' پاریکا نازک کپڑا .
 سیلی : س مفتوح — امٹ . سہیلی ' سکھی . دیکھو سہولی .

ش

شرائی : ش مکسور — امٹ . عربی لفظ شرعی کا ذکھلی تلفظ ہے
 بمعنی شرعی (وضع کا) پاجامہ .
 شرزا : ش مفتوح ' ر ساکن — امٹ . شرزا ' تھلدا ' جنگلی بلاؤ .
 شروا : ش مکسور یا مضموم ' ر ساکن — امٹ . شوریا .
 شمرخ : ش ر مفتوح ' م ساکن — امٹ . شہرہ ' چاشلی .

ک

کازی : امٹ . تلکا ' قندکی .
 کال : ظرف . کہاں ' کس جگہ .
 کتھورا : ک مضموم ' واو مجہول — امٹ . کتورا ' پھالہ .
 کچ : ک مضموم — عدد غیر معین . کچھ .
 کدالی : ک مضموم — امٹ . کھدالی ' کھدال ' سہل .
 کلاذن : ک مفتوح ' ف مضموم — امٹ . گھڑپال کی مونگری .
 کنا : ک مفتوح — مصدر . کہنا . اس سے کتا ' کتے ' کتو (ک
 مفتوح ' واو اور ی مجہول) ' یعنی کہتا ' کہتے ' کہے تو (= یعنی
 بمعنی) ہلتے ہیں .

کلجال : ک مفتوح ' ن ساکن—امٹ . گاٹی .
 کدولا : ک مفتوح ' ن غلہ ' واو ساکن—صفٹ . کچا ' خام ' تانجربہ کار ؛ ایک قسم کی نارنگی .

کو : (۱) واو مجہول—حرف عطف . کر ' مثلاً لے کو گیا = لے کر گیا
 (۲) واو معروف—فصیح اردو تلفظ میں واو مجہول ہے .
 کوتھری : واو مجہول ' تھ ساکن—امٹ . کوتھری ' کسرۃ .
 کولسا : واو مجہول ' ل ساکن—امٹ . کوٹلا .
 کونگٹی : واو مجہول ' ن غلہ ' گ مفتوح—امٹ . کلکھی ' کلکھا .

کویلی : ک مفتوح ' ی مجہول—امٹ . کھیریل کے کھیرے .
 کھاندا : ن غلہ—امٹ . کلدھا ' کاندھا .
 کے : ک مفتوح . (۱) عدد غیر معین : کٹی ' بہت سے ' متعدد .
 (۲) استفہام : کیسا ؟

کھلی : دونوں ی معروف—امٹ . کلجی ' چابی ' کلید .
 کھوں : کیسا ' کیسے ' کیسی ؛ کس طرح ؛ کیسا اچھا ؛ کس قیمت کا .

گ

گار : امٹ . اول ' ژالہ .
 گاٹی : امٹ . گالے .
 گدا : گ مفتوح ' دال مشدد—امٹ . گدھا .

کڈا : گ مکسور ، ڈال مشدد—صفڈ . ٹھانگڈا ، چھوٹے قد کا (مونٹ
میں گڈی) .

گاہر : گ مضموم ، ل مشدد مفتوح—امڈ . گولر .
گلی : گ مضموم ، ل مشدد—امٹ ، گٹھلی .
گٹھیا : گ مضموم ، ن ساکن—امڈ . تالاب ، کڈ .
گڈجی : گ مفتوح ، ن ساکن—امٹ . پیچ ، وہ پانی جو چاول
(یا کسی اناج وغیرہ) کو ابال کر نیچوڑ لیا جاتا ہے .
گھڑی : گھ مفتوح—امٹ . گھڑیا ، چھوٹا سا گھڑا ؛ قہ (کپڑے وغیرہ
کی) .
گھماں : گھ مضموم ، م مشدد—صفڈ . گھومنے ، پھرنے والا .

ل

لاڈلا : ر مکسور—صفڈ . لاڈلا ، دلارا ، پیارا .
لنہام : ل مفتوح—امٹ . لگام .
لکڑا : ل مفتوح ، ک ساکن—امڈ . لکڑی .
لمنگڈا : ل گ مفتوح ؛ پہلا نون غلہ ، دوسرا مشدد—صفڈ . لمبا ،
لمبایا ، لمبوٹرا .
لوکاں : واو مجہول—اسم جمع . لوک کی جمع : لوگ ، لوگ
بھاگ .
لہٹو : لہ مفتوح ، واو معروف—امڈ . لہو ، خون .
لہوا : لہ مفتوح ، واو مشدد—امڈ . لہوا .

م

مانا : (۱) مصدر . سمانا ، سماجانا . (۲) عربی لفظ معلیٰ کا دکھلی تلفظ .

مٹھا : م مکسور ، تھ مشدّد—صغّ . مٹتھا ، شیرین . (مونٹ میں مٹھی) .

مڑی : م مفتوح—امٹ . چھوٹا سا کھیت .
مسلا : م مفتوح ، س ساکن—امٹ . (عربی مسئلہ) پھیلی ،
چھستان ، مسئلہ .

مکھڑی : م مفتوح ، کھ ساکن—امٹ . مکڑی .

مندجل : م مضبوط ، ن ساکن ج مفتوح—امٹ . ایک لعاب دار
تکھیا ، جو تاز کے پھل کے اندر سے نکلتی ہے اور ذائقے میں پھپکی اور
سوندھی ہوتی ہے . اسے لوگ بڑے شوق سے کھاتے اور مفرح سمجھتے ہیں .

مندچے : م مفتوح ، ن غلہ—ضمیر واحد متکلم کی حالت مضمولی .
مندچے ، منچہ کو .

مندلی : م مضبوط ، ن ساکن—امٹ . سر .
مندگلا : م مفتوح ، پہلا نون غلہ ، گ ساکن—مصدر . مانگلا ، طلب
کرنا .

مندیار : م مفتوح ، ن ساکن—امٹ . منڈیار ، چوڑی بنانے اور بیچنے
والا .

موچنا : واو معروف—مشدّد . بلد کرنا .
مروں : واو معروف ، ن غلہ—امٹ . ملے ، مکھ .
مہنا : م مفتوح ، م مکسور—امٹ . مہینا ، ماہ .

ن

- نارل : دے مفتوح—امٹ . ناریل .
 نت : ن مفتوح—امٹ . نتھ ، ناک میں پہلے کا زیور .
 نکلتے : ن مکسور ، ک ت مفتوح ل ساکن—فعل حال ، صیغہ
 واحد فائِب مذکر . وہ نکلتا ہے .
 نکو : ن مفتوح ، واو مجهول—حرف نفی . نہیں ، مت .
 نسبو : ن مکسور ، م ساکن ، واو محذوف—امٹ . نہیں ، لہموں .
 نہلا : نہ مفتوح ، ن مشدد—صفت ، نہلا ، چھوٹا سا .
 نہیں : پہلا نون مفتوح دوسرا غلہ—حرف نفی . نہیں .

و

- وو : واو مجهول—ضمیر واحد فائِب (استعمال شان ہے) . وہ .

ذ

- ہڈی : ذ مفتوح ، قہ مشدد—امٹ . ہاتھی .
 ہڈا : ذ مضموم ، غ مشدد—امٹ . حقتہ .
 ہڈ : ذ مفتوح ، قہ مشدد—امٹ . ہڈی ، استخوان .
 ہریا : ذ مفتوح ، ر ساکن—صفت . ہرا ، ہرے (سبز) رنگ کا .
 ہندییری : ذ مفتوح ، ن ساکن ، پہلی ی مجهول ، دوسری معروف
 صفت . اندھیری ، تاریک ، مذکر کے لیے ہلدارا .
 ہڈی : ذ مفتوح ، ن ساکن—امٹ . ہانڈی ، ہڈیا .
 ہور : واو مجهول—حرف عطف (استعمال شان ہے) . اور .

ی

یتم : ی منتوح ' ت مشدد مفتوح — امڈ . تھیکلی
یپکا : دوسری ی مجهول — اسم عدد . ایک .

اشاریہ

[فائدے کو زیادہ وسیع اور عام کرنے کے لیے یہ اشاریہ بجائے دکھائی

کے اردو میں بنایا گیا ہے . عدد سے پھیلی کی شمار مراد ہے -]

آئیڈیہ ۴۵	بارش ۲۲۶
آدمی ۱۱ ، ۱۲ ، ۲۳۸	بالائی ۵۷
آدمی کا جسم ۱۱ ، ۱	باولی ۲۶ ، ۲۷
آسمان ۲۱۸ — ۲۲۲ ، ۲۲۲	بچہ ۱۷۸
آم کی کھری ۱۲۳	بچہ ۹۳
آنکھ کی پتلی ۱۵	برش ۱۹۷
اچار ۵۵	برف ۶۳
ادک ۷۶	بکڑا ۱۸۵
اندھون ۸۳ ، ۸۴	بھٹا ۱۲۲ ، ۱۲۳
اُگل دان ۳۶	بیگن ۱۳۵ — ۱۳۷
المداری ۴۴	پاپو ۴۸
املی ۱۶۴	پان ۷۸ ، ۷۹ ، ۱۷۱
انار ۱۵۹ — ۱۶۲	پان کی پھک ۷۹
اندّا ۶۶ — ۱۰۱	پاوں ۱۹
انکارے ۳۰	پاوں اور جوتا ۱۹
انگلیاں ۱۸	پتنگ ۲۰۵ — ۲۰۷
انداس ۱۴۹ — ۱۵۱	پتنگ اور تیر ۲۰۵
اولے ۲۲۷ — ۲۲۹	پتنگا ۱۲۲

جائے پھل ۱۶۷	پتھری مرغی کی ۱۰۷
جلپبی ۵۹—۶۱	پچھسی ۲۰۹
جوتا ۱۹ ' ۱۸۱ ' ۱۸۲	پنسل ۱۹۸
جوں ۱۲۱	پنکھا ۱۹۵ .
چاند ۲۱۴ ' ۲۱۹ ' ۲۲۴	پوری ۴۹—۵۱
چاول کی پیچ ۴۷	پھل جڑی ۲۰۸
چٹکنی ۲۴	پھول ۱۷۶ ' ۱۷۷
چراغ ۳۷—۴۱	پیاز ۷۵
چراغ بجلی کا ۴۱	قارے ۲۱۵—۲۱۸ ' ۲۲۰ ' ۲۲۳
چکی ۳۴	۲۲۵ ' ۲۳۸
چوزے مرغی کے ۱۰۶	تاز چکا ۱۲۶—۱۲۹
چولہا ۲۸ ' ۲۹ ' ۳۱	تاز کا درخت ۱۲۳ ' ۱۲۵
چولہے پر کوٹلا ۳۱	تاگا ۱۹۳ ' ۱۹۴
چونا ۷۸	تراژر ۱۹۱
چھاچھ ۵۸	تربرز ۱۴۳—۱۴۶
چھالیا ۷۷ ' ۷۸	تمباکو ۷۸
چیل ۱۰۲	تونا ۱۰۸
چیونٹا ۱۱۵	تدا ۱۰۹
حقہ ۸۱ ' ۸۲	تندی ۱۱۰
خرگوش ۸۹	ٹہکا ۱۸۷
خشکاش ۱۷۰	جال مچھہارے کا ۱۹۹
دانٹ ۱۶	جالا مکئی کا ۱۱۱ ' ۱۱۲
درخت ۱۲۳ ' ۲۱۳	جان ۵

سوئی تاکا ۱۹۲ ، ۱۹۳

سوپ ۱۹+

سودج ۲۱۳ ، ۲۲۳

سویاں ۵۳

سیتا پھل ۱۵۲ ، ۱۵۵

شیلیم ۲۳+ ، ۲۳۱

شراب ناریل کی ۶۲

عقل ۹

قبر ۷ ، ۸

قدآن ۱—۳

قفل ۱۹۹

کاجو ۱۹۵ ، ۱۹۶

کتا ۸۸

کتھل ۱۳۷ ، ۱۳۸

کریلا ۱۳۸ ، ۱۳۹

کسان (اورھل) ۲۰۱

کلجی (اور قفل) ۱۹۶

کڈولا نارنگی ۱۵۸

کوا ۱۰۳

کواڑ ۲۲ ، ۲۳

کواں ۶۶

کوٹھ، میو ۱۷۳

کولہو ۲۰+

دروازہ ۲۲ ، ۲۳

دن ۲۳۵—۲۳۷

دینک ۱۱۸—۱۱۹

دور ۲۰۵

دوٹا ۳۵

دات ۲۳۷

داکھ، ۳۲

دام پھل ۱۵۶

دحل ۳

دکابی ۳۳

دوپیٹہ ۲+۳ ، ۲+۴

دوج ۵ ، ۶

دوشنی ۲۳۲

دیچھہ، ۸۶

دیل گاڑی ۲+۲

دینڈتھ ۲+ ، ۲۱

زبان ۱۷

زمین ۲۱۳

سال ۲۳۵ ، ۲۳۷

سانپ ۹+—۹۲

سایہ ۲۳۳

سپاری ۷۷ ، ۷۸

سوئی ۱۹۳

کھیریل ۲۵	مکھن ۵۶
کھٹمل ۱۲۰	مکھی ۱۱۴
کھجوریں (آٹے کی) ۵۲	ملائی ۵۷
کھڑاؤں ۱۸۳	ملجل ۱۳۰ ، ۱۳۱
کھیرا ۱۲۰	منہیار (اور چوڑی) ۱۸۰
کیتھا ۱۵۷	مروت ۸
کیل ۴۶	مور ۱۰۳
گنا ۱۳۲—۱۳۴	موگرے کا پھول ۱۷۳
گولر کا پھول ۱۷۵	مہال ۱۱۳
گھوڑیاں ۴۲ ، ۴۳	مہلدی ۱۷۲
گھنگچی ۱۶۹	مہلنا ۲۳۵—۲۳۷
گھونگلا ۱۸۹	مہیلے کے دن ۲۳۴
لاکھ ۱۷۹	میش ۴۶
لال مرچ ۶۶—۷۰	میلڈک ۹۲ ، ۹۴ ، ۹۵
لہسن ۷۲—۷۴	ناخن ۲۳۸
مان پاپ ۱۲ ، ۱۳	ناریل ۱۵۲ ، ۱۵۳
مٹکلا ۵۳	ناریل کی شراب ۶۲
مچھور ۱۰۹	ناگ پھنی کا پھل ۱۶۸
مورخ ۱۰۵	زال (گھوڑے کی) ۸۷
مسالا پیسلا ۸۰	ننہ ۱۸۶
مسکا ۵۶	نماز ۲۳۸
مسی ۱۸۴	نمگ ۶۴ ، ۶۵
مکڑی اور چالا ۱۱۱	ہاتھی ۸۵

(۱۹)

هري مريچ ۷۱

هل ۲۰۱

هاندکی ۱۸۸

هتههیلای ۱۸

CALL No. { ۵۹۱۵۵۳۱ } ACC. NO. ۱۰۰۱۲۵
 AUTHOR - نعیم الرحمن
 TITLE - چند دفعی بیلیاں

71700091

THE BOOK MUST BE CHECKED AT THE TIME
 OF ISSSE



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Re. 1-00** per volume per day shall be charged for text-books and **10 Paise** per volume per day for general books kept over - due.

